رد اوھام فی شہادتِ بنتِ خیر الانام علیہا السلام

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا کی شہادت پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

مؤلف: محقق قسور عباس حیدری حفظ اللہ تعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا ابی القاسم محمد ص و آلہ الطیبین الطاھرین المعصومین المظلومین

"رد اوہام فی شہادت بنت خیر الانام" لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟

قارئین: مقتل سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا کے متعلق بعض مصنفین کی کتب میں اوہام (شک و شبہات) پائے جاتے ہیں ان شک و شبہات میں پڑے ہوئے مومنین نے بندہ ناچیز (قسور عباس حیدری) کو حکم فرمایا کہ اس طرف بھی توجہ دی جائے۔ برادران کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ مختصر کتابچہ آپ کے پیش خدمت ہے اس رسالہ میں ہم نے فقط "محمد حسین نجفی المعروف ڈھکو صاحب" ہی کے اعتراضات کو نقل کیا چونکہ ڈھکو صاحب نے اپنی کتاب "سعادت الدارین فی مقتل الحسین" میں سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا کی شہادت کا سرے سے انکار کیا ہے ہماری کوشش رہے گی ہم ان تمام دلائل کو (مختصرا) آپ کی خدمت میں پیش کریں اور وقت کے تقاضے کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کی خدمت میں اصل کتاب کے اسکین بھی پیش کریں تاکہ کوئی شبہہ نہ رہے۔

کیا مصائب آل محمد علیہم السلام جاننا ضروری ہے؟

جب کوئی انسان اپنے اختیار سے راہ تکامل کا سفر طے کرتا ہے تو اس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے اور ایسا شخص منزل یقین پر فائز ہوتا ہے۔ اس سفر تکامل کیلئے ضروری ہے کہ انسان کو اسرار حیات کا علم ہو، خدا کی قدرت سے آگاہی ہو اور انبیاء علیہم السلام واوصیاء علیہم السلام کے حالات سے واقفیت ہو۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو کتاب " ثواب الاعمال اور عقاب الاعمال " میں نقل کیا جس میں امام محمد باقر العلوم علیہ السلام فرماتے ہیں:

عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ سُوءَ مَا أُوتِيَ إِلَيْنَا مِنْ ظُلْمِنَا وَ ذَهَابِ حَقِّنَا وَ مَا نُكِبْنَا بِهِ فَهُوَ شَرِيكُ مَنْ أَتَى إِلَيْنَا فِيمَا وَلِيَنَاهُ

جو ہمارے اوپر کئے گئے ظلم اور اس کے اثرات اور ہمارے حق کے غصب ہونے اور جو ظلم و ستم ہمارے اوپر گزرے اس کو نہ جانتا ہو تو وہ ان کے ساتھ شریک ہے جھنوں نے ہم پر ظلم کیا تھا۔

حوالہ: [ثواب الأعمال و عقاب الأعمال]

اس حدیث کی روشنی میں ہم پر لازم ہے کہ آل محمد علیہم السلام پر کئے گئے ظلم کی معرفت حاصل کریں ۔ورنہ اگر ہم نے ان ظالموں کو نہیں پہچانا تو ہمارا شمار ان ظلم کرنے والوں میں ہوگا جھنوں نے اہلبیت علیہم السلام پر ظلم کیا۔

اس سے ثابت ہے کہ مصائب آل محمد علیہم السلام کو جاننا لازم ہے۔اور جو اختیار رکھتے ہوئے کتمان کرے تو قول معصوم علیہ السلام کی روشنی میں سمجھ لیں کہ اس کا شمار ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے اہلبیت طاہرین علیہم السلام پر ظلم کیا۔

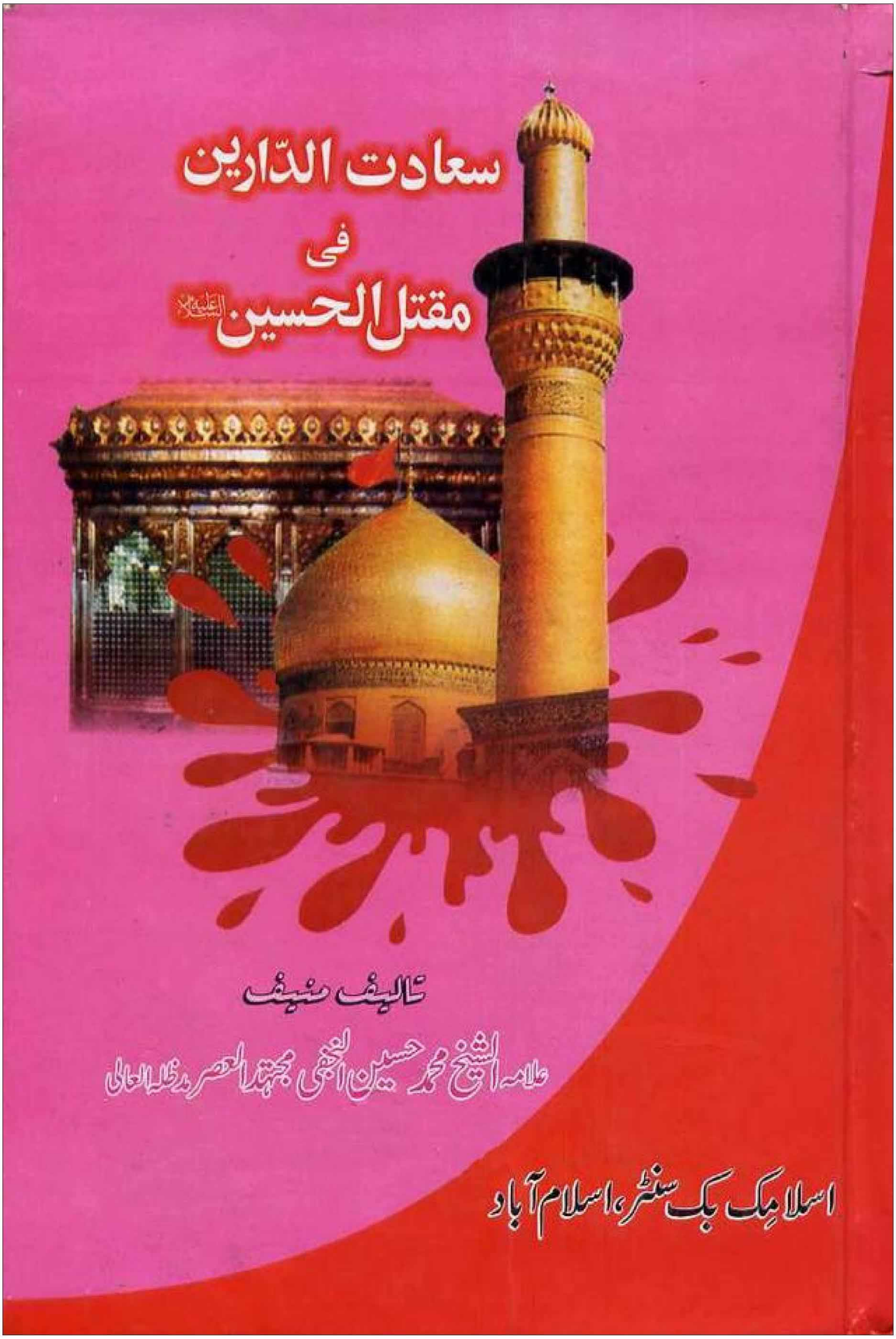
قارئین: سب سے پہلے ہم محمد حسین ڈھکو صاحِب کا کلام نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد ہم ان کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

ڈھکو صاحب فرماتے ہیں:

"من جملہ ان قصص و حکایات کے جو بالکل بے بنیاد و بے سر و پا ہیں اور انکی اصلا کوئی اصلیت و حقیقت نہیں ہے (جناب سکینہ ع کا زندان میں شہید ہونا)۔۔۔ مگر افسوس کہ اس میں کوئی اصلیت نہیں بلکہ بالکل کذب عظیم اور افتراء جسیم ہے۔

فریقین کے تمام مؤرخین و علماء انساب کا اتفاق ہے کہ آپ کربلا کے بعد مدت عدید تک زندہ رہیں 117 ہجری میں رحلت فرمائی۔۔ کسی ایک قابل اعتماد کتاب میں بھی جناب سکینہ ع کے زندان شام میں وفات پانے کا نام و نشان تک نہیں ملتا زیادہ سے زیادہ بعض کتب میں سید الشہداء کی ایک تین سالہ بچی کی وفات کا تذکرہ موجود ہے مگر اس روایت میں بھی چونکہ اس صاحبزادی کے نام کی قطعاً کوئی تصریح موجود نہیں۔۔۔ اگرچہ ہمارے نزدیک یہ روایت بھی چنداں قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ ہم سابقہ اوراق میں کُتب فریقین سے ثابت کر آئے ہیں کہ جناب سید الشہداء ع کی کُل دو صاحبزادیاں تھی ایک جناب فاطمہ ع اور دوسری جناب سکینہ ع"

حوالہ: [سعادت الدارین فی مقتل الحسینؑ 564-563]


سعادت الدّارین
فی
مقتل الحسین علیہ السلام
تالیف منیف
علامہ الشیخ محمد حسین النجفی مجتہد العصر مدظلہ العالی
اسلامک بک سنٹر، اسلام آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ۔

جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے انہیں کبھی مردہ نہ کہنا بلکہ (وہ لوگ) زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کی حقیقت کا شعور نہیں رکھتے۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۵۴)

کتابِ مستطاب

سعادت الدارین

فی

مقتل الحسین ؑ

تالیف

صدرالمحققین، سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ

الشیخ محمد حسین النجفی قبلہ مجتہد العصر مدظلہ العالی

ناشر

اسلامک بک سینٹر، C-362، گلی نمبر 12، سیکٹر G-6/2، اسلام آباد

اعطی سکیناً و اعطه سکیناً ثمه اقاتله﴾ ویسے نہیں ہاں اگر مقابلہ کرانے کا خیال ہے تو ایک چھری مجھے دے دو اور ایک اسے دے دو۔ پھر میں اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ شہزادہ کا یہ جواب سن کر یزید نے یہ ضرب المثل دہرائی: ﴿شنشنة اعرفها من اخزم هل تلد الحية الا الحية﴾۔[1]

یزید کا قتل امامؑ کی سازش کرنا اور اس میں ناکام ہونا

مدائنی کا بیان ہے کہ جب امام زین العابدینؑ نے دربار یزید میں وہ خطبہ پڑھا جس میں اپنے حسب ونسب کا تذکرہ تھا تو یزید نے آتش حسد سے پیچ پا ہو کر اپنے ایک پولیس ملازم کو حکم دیا کہ ان کو فلاں باغ میں لے جا کر قتل کر دو اور پھر وہیں دفن کر دو۔ چنانچہ وہ شخص امام کو اس باغ میں لے گیا۔ اور قبر کھودنے لگا۔ سید الساجدینؑ نے لمحات فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ جب وہ قبر کھود چکا اور قتل امام کا ارادہ کیا تو یکا یک ہوا سے ایک دست غیبی نمودار ہوا۔ اور اسے ایک ایسا تھپڑ رسید کیا کہ وہ مدہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑا۔ صرف ایک چیخ ماری اور پھر واصل جہنم ہو گیا۔ اتفاق سے خالد بن یزید یہ وحشت ناک منظر دیکھ رہا تھا اس نے واپس جا کر یزید سے یہ تمام ماجرا بیان کیا۔ یزید نے حکم دیا کہ اس قبر میں اس شخص کو دفن کر دو اور امام کو چھوڑ دو۔[2]

جناب سکینہ بنت الحسینؑ کے زندان شام میں وفات پانے کی رد

من جملہ ان قصص وحکایات کے جو بالکل بے بنیاد و بے سروپا ہیں۔ اور ان کی اصلاً کوئی اصلیت وحقیقت نہیں ہے۔ ایک قصہ بھی ہے کہ جناب سکینہ بنت الحسینؑ نے شدائد ومصائب زندان کی تاب نہ لاتے ہوئے قید خانہ میں (اور وہ بھی قید تنہائی میں) وفات پائی۔ اس سراسر غلط اور کذب محض روایت کو بڑے دردانگیز اور رقت خیز پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ اس میں کوئی اصلیت نہیں بلکہ بالکل کذب عظیم اور افترائے جسیم ہے۔ فریقین کے تمام مورخین اور علمائے انساب کا اتفاق ہے کہ آپ واقعہ کربلا کے بعد مدت مدید تک زندہ رہیں۔ اور ۱۱۷ھ میں رحلت فرمائی۔ جو غلط واقعات آپ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ تاریخی شواہد و دلائل اور عقلی براہین سے ان کو غلط ثابت کرنا چاہیے۔ یہ منفی طریقہ کار کسی طرح بھی مستحسن نہیں کہ تمام مسلمہ تاریخی حقائق کا انکار کر کے ان کی وفات کا نظریہ اختیار کیا جائے تمام کتب سیر وتواریخ اور مقاتل موجود ہیں۔ کسی ایک قابل اعتماد کتاب میں بھی جناب سکینہؑ کے زندان شام میں وفات پانے کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ زیادہ سے زیادہ بعض کتب[3] میں سید الشہداءؑ کی ایک تین سالہ بچی

---

[1] عاشر بحار، ص ۲۲۸۔ نفس المہموم، ص ۲۵۰۔ قمقام وغیرہ۔

[2] تظلم الزہرا، ص ۲۷۶۔ عاشر بحار، ص ۲۲۷۔ الدمعۃ الساکبہ، ص ۳۸۰۔ ناسخ، ج ۶ ص ۳۴۶۔

[3] اسرار شہادت، ص ۵۳۳، بحوالہ منتخب طریحی۔

کی وفات کا تذکرہ موجود ہے۔ مگر اس روایت میں بھی چونکہ اس صاحبزادی کے نام کی قطعاً کوئی تصریح موجود نہیں ہے۔ اس لئے بعض ارباب مقاتل کا خیال ہے کہ اس بچی کا نام رقیہ تھا۔ اور بعض نے زینب لکھا ہے اور بعض نے فاطمہ[1] اگرچہ ہمارے نزدیک یہ روایت بھی چنداں قابل اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ ہم سابقہ اوراق میں کتب فریقین سے ثابت کر آئے ہیں۔ کہ جناب سید الشہداء کی کل دو صاحبزادیاں تھیں ایک جناب فاطمہ دوسری جناب سکینہ۔ لہٰذا جب کسی اور دختر کا وجود ہی ثابت نہیں تو پھر اس کی وفات کیونکر باور کی جاسکتی ہے؟ اور بنا بر تسلیم وہ صاحبزادی کوئی اور ہیں پر زیادہ بحث وتمحیص کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں البتہ ہمارے شعراء اور ذاکرین نے اس کو بڑی اہمیت دے رکھی ہے۔ اس لئے یہاں ایک متقدر عالم جلیل مولانا سید ناصر حسین صاحب لکھنوی کی تحقیق کا درج کر دینا مناسب اور کافی ہے۔ یہ بزرگوار ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''جناب سکینہ کا زندان شام میں انتقال کرنا بالکل غلط اور طریق معتبر سے ثابت ہے کہ آپ بعد جناب سید الشہداء علیہ السلام ایک مدت تک زندہ رہیں۔ البتہ کتاب منتخب فخر الدین طریحی میں ایک روایت ایسی موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی ایک صاحبزادی نے جن کا سن تین سال تھا۔ زندان شام میں انتقال فرمایا۔ اور چونکہ اس روایت میں صاحبزادی کا کوئی نام درج نہیں ہے۔ لہٰذا بالیقین نہیں کہا جاسکتا کہ ان کا نام کیا تھا لیکن ممکن ہے کہ نام ان کا زینب ہو۔ اس لئے بنا بر ایک قول کے جناب سید الشہداء کی تین صاحبزادیاں تھیں۔ ایک فاطمہ دوسری سکینہ تیسری زینب اور چونکہ فاطمہ وسکینہ کا بعد جناب سید الشہداء مدت تک موجود رہنا ثابت ہے۔ اور ان کے بعض حالات موثق طریق پر وارد ہیں۔ اور زینب بنت الحسینؑ کا کوئی حال ثابت نہیں۔ لہٰذا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ جن صاحبزادی نے زندان شام میں انتقال کیا۔ وہ زینب بنت الحسین ہیں''[2]

اسی طرح مجاہد اعظم کے فاضل مصنف نے بھی (از ص ۲۹۱ تا ص ۲۹۳) بڑے شد ومد اور تاریخی شواہد و دلائل سے اس واقعہ کا بے سروپا اور کذب محض ہونا ثابت کیا ہے۔ (فراجع)

اسیران اہل بیتؑ کتنا عرصہ زندان شام میں رہے؟

اسیران اہل بیتؑ کب تک دار السلطنت شام میں رہے؟ کب رہا ہو کر مدینہ روانہ ہوئے؟ یہ تلخ حقیقت بہت ہی افسوس ناک ہے کہ تمام کتب سیر وتواریخ اور مقاتل اس سلسلہ میں خاموش نظر آتی ہیں اور کوئی ایسی قابل اطمینان روایت نہیں ملتی۔ جس کی بنا پر پورے انشراح صدر اور قلبی اطمینان کے ساتھ کوئی حتمی فیصلہ کیا جا سکے۔ کتب

---

[1] ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۲۴۔

[2] ہدایات ناصریہ، ص ۵۔

مزید محمد حسین ڈھکو صاحِب نے جناب ناصر الملت کا ایک حوالہ دیا جس پہ آخر میں تبصرہ کیا جائیگا ان شاء اللہ۔

مندرجہ بالا عبارات سے درجذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۞ 1 ۞ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے زندان میں وفات پانے والی روایت بے بنیاد ہے، اسکا کوئی سر پیر نہیں، یہ سفید جھوٹ ہے اور افتراء پہ مبنی ہے، یہ کسی ایک معتبر کتاب میں نہیں اور اسکی کوئی اصل نہیں۔

۞ 2 ۞ ایک روایت میں چھوٹی بچی کی وفات کا ذکر ہے جس میں نام نہیں لیکن یہ بھی معتبر نہیں۔

۞ 3 ۞ ! جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کی وفات 117 ہجری میں ہوئی اس پہ فریقین کا "اتفاق" ہے۔

۞ 4 ۞ امام حسین علیہ السلام کی فقط دو ہی بیٹیاں (سلام اللہ علیہا) تھیں۔

تبصرہ: محمد حسین ڈھکو صاحب کے بیان سے ایک بات تو بالیقین کہی جاسکتی ہے کہ ان موصوف کے نزدیک امام حسین علیہ السلام کی کوئی بیٹیؑ زندانِ شام میں شہید نہیں ہوئی!

جبکہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے مقتل کے واقعات کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کا معیار یہ لکھا ہے:

"واقعات کربلا کی صحت یا عدم صحت معلوم کرنے کا میزان محقق علماء کی لکھی ہوئی کتب میں واقعہ کا درج ہونا یا نہ ہونا ہے اگر انہوں نے کوئی واقعہ لکھ دیا ہے تو اسے صحیح تسلیم کیا جائے گا اور اگر انہوں نے کسی واقعہ کو نظر انداز کر دیا ہے تو اسے غلط تصور کیا جائے گا"

حوالہ: [سعادت الدارین فی مقتل الحسینؑ ص 443]

بن نفیل پائمال سم آسپان ہو کر واصل جہنم ہوا۔

(۵) فاضل معاصر شہید انسانیت (ص ۵۰۰ پر) لکھتے ہیں: ''حسینؑ غضب ناک شیر کی طرح جھپٹ کر قریب پہنچے۔ عمر بن سعد بن نفیل جس نے قاسم کو قتل کیا تھا۔ ابھی پاس ہی موجود تھا۔ آپؑ نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے اس کا ہاتھ کہنی سے کٹ کر گر گیا۔ لشکر مخالف اس کو بچانے کے لئے حسینؑ پر ٹوٹ پڑا۔ مگر اس طرح چاروں طرف سے بے تحاشا گھوڑے دوڑا کر وہ لوگ اس کی کمک کو آئے کہ وہ خود اپنے ہوا خواہوں کے گھوڑوں سے پامال ہو کر ہلاک ہو گیا۔'' اس مطلب پر ایک قرینہ یہ بھی ہے۔ کہ سم اسپاں کے نیچے آنے والا مر گیا تھا۔ مگر شہزادہ کے متعلق قریباً قریباً سب مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ جب یہ ہنگامہ ختم ہوا۔ اور غبار جنگ پھٹا۔ تو حسینؑ شہزادے کے پاس کھڑے تھے۔ اور شہزادہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ بعد ازاں روح مقدس جنت الفردوس کی طرف پرواز کر گئی۔

بحمدہ تعالیٰ ان حقائق کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ جناب شہزادہ قاسم کی لاش مقدس پامال نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کے قاتل کی نجس لاش پامال ہوئی۔ جس سے وہ واصل جہنم ہوا۔

چوتھا امر: شہزادہ قاسمؑ کی ارزق شامی اور اس کے بیٹوں کے ساتھ جنگ کرنے کی تحقیق :۔

کتب غیر معتبرہ میں یہ قصہ بڑے شد و مد کے ساتھ درج ہے۔ مگر چونکہ تمام علماء متقدمین اور علماء متاخرین میں سے حضرات محققین کی کتب مقاتل میں اس قصہ کا کہیں نام و نشان تک نہیں ملتا۔ اس لئے اسے ہرگز صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

واقعات کربلا کی صحت و سقم معلوم کرنے کا معیار

ارباب بصیرت جانتے ہیں۔ کہ واقعات و روایات کربلا کی صحت و سقم معلوم کرنے کا وہ طریقہ نہیں جو دوسری فقہی روایات کے صحت و سقم معلوم کرنے کا ہے۔ کیونکہ اگر اس معیار پر ان واقعات کو جانچا جائے۔ تو نتیجہ بہت ہی مایوس کن نکلے گا۔ بلکہ واقعات کربلا کی صحت یا عدم صحت معلوم کرنے کا میزان محقق علماء کی لکھی ہوئی کتب میں کسی واقعہ کا درج ہونا یا نہ ہونا ہے۔ اگر انہوں نے کوئی واقعہ لکھ دیا ہے۔ تو اسے صحیح تسلیم کیا جائے گا۔ اور اگر انہوں نے کسی واقعہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ تو اسے غلط تصور کیا جائے گا۔ بنا بریں چونکہ تمام کتب سیر و مقاتل اس طلسم ہوشربا سے خالی ہیں۔ اس لئے اسے صحیح تسلیم کرنے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ اس قدر تمہیدی و تحقیقی بیانات کے بعد ہم اصل مقصد کی طرف عود کرتے ہیں۔

شہزادہ قاسمؑ کی شہادت

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ شہادت اولاد عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے بعد اولاد امام حسن نے

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"واقعات کربلا کی صحت یا عدم صحت کا معیار یہی ہے کہ کو واقعہ علماء اعلام کی کُتبِ معتبرہ میں موجود ہے وہ معتبر متصور ہوگا اور جو غیر مستند علماء کی غیر معتبر کتب میں درج ہو اسے نا قابل اعتبار سمجھا جائے گا"

حوالہ: [سعادت الدارین ص199،189]

رہے تھے۔﴿فخرج منها خائفاً يترقب قال رب نجني من القوم الظالمين﴾ (س قصص، پ۲۰، ع ۵) پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اس شہر سے ڈرتے ہوئے اور آس لگائے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔ عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھے ظالم کے ہاتھ سے نجات دے۔ اس آیتِ مبارکہ میں جناب موسیٰؑ کا فرعون کے ظلم وستم کی وجہ سے سکونتِ مصر ترک کرنے پر مجبور ہوکر نکلنے اور ظالموں کے شر سے نجات حاصل کرنے کی دعا کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح جب امام عالی مقامؑ مکہ مکرمہ میں پہنچے تو اس وقت یہ آیتِ مبارکہ آپؑ کی زبان پر تھی: ﴿فلما توجه تلقاء مدين قال عسىٰ ربي ان يهدني سواء السبيل﴾[۱] (پ۲۰، سورۂ قصص، ع ۶) ''اور جب مدین کی طرف ہو لئے تو کہنے لگے کہ قریب ہے کہ میرا پروردگار مجھے ٹھیک ٹھیک راستہ بتلا دے۔'' اس آیت مبارکہ میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدائن میں پناہ لینے اور اس وقت کی مخصوص دعا کا تذکرہ موجود ہے ان آیات کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی اعتبار سے حضرت سید الشہداءؑ کا یہ سفر حضرت موسیٰ بن عمران علیہما السلام کے سفر سے مشابہت رکھتا ہے۔

دو مشہور غلط فہمیوں کا ازالہ

قبل اس کے کہ سفر مکہ کے درمیانی حالات قلمبند کئے جائیں یہاں دو مشہور غلط واقعات کی تنقیح ضروری معلوم ہوتی ہے۔ ایک جناب فاطمہ صغریٰؑ کے مدینہ میں چھوڑ جانے کا واقعہ۔ اور دوسرا بوقتِ روانگی خاص شاہانہ شان وشکوہ کے مظاہرہ کا قصہ ہے۔

جناب فاطمہؑ صغریٰ کے مدینہ میں ام سلمہؓ کے پاس چھوڑے جانے کی تحقیق

مشہور ہے کہ جناب سید الشہداء علیہ السلام نے مدینہ سے روانگی کے وقت اپنی ایک صاحبزادی کو بوجہ علالت ام المؤمنین جناب ام سلمہؓ کے پاس مدینہ میں چھوڑ دیا تھا۔ اس واقعہ کو نظماً ونثراً بڑے شدّ ومدّ اور رقت خیز پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ اور اُردُو کے قریباً تمام کتب مقاتل اور عربی وفارسی کے بعض مجموعوں میں بڑے طمطراق کے ساتھ اس واقعہ کا تذکرہ ملتا ہے لیکن اگر اس واقعہ کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بالکل غلط اور یہ روایت بالکل بے بنیاد ہے۔ عربی وفارسی کے مستند کتب سیر وتواریخ اور معتبر کتب مقاتل میں اس واقعہ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ اور جن غیر معتبر کتب (جیسے مقتل خوارزمی، روضۃ الشہداء اور اسرار الشہادۃ وغیرہ) میں یہ واقعہ درج ہے۔ وہاں بھی نہ کوئی مسلسل سند مذکور ہے اور نہ ہی کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مستند کتب قدیمہ اس سے بالکل خالی نظر آتے ہیں اگرچہ یہی بات اس واقعہ کے بے اصل ہونے کے لیے کافی ہے کیونکہ واقعاتِ کربلا کی صحت یا عدم صحت کا معیار یہی ہے کہ جو واقعہ علماءِ اعلام کی کتب معتبرہ میں موجود ہے وہ معتبر متصور ہوگا۔ اور جو غیر مستند علماء کی

[۱] ارشاد، ص ۱۸۱ وغیرہ۔

غیر معتبر کتب میں درج ہو۔ اسے نا قابل اعتبار سمجھا جائے گا۔ علاوہ بریں مندرجہ ذیل وجوہ بھی اس واقعہ کے بے اصل ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

وجہ اوّل:۔ علم سیر و انساب کی مستند کتب سے جو کچھ مستفاد ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سرکار سید الشہداؑ کی صرف دو ہی صاحبزادیاں تھیں۔ فاطمہؑ اور سکینہؑ۔ چنانچہ ہم اسی کتاب کے صفحہ ۷۸؟؟ پر آنجنابؑ کی اولاد کے ذیل میں متعدد کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے اس بات کی مکمل تحقیق درج کر چکے ہیں۔

مزید برآں یہاں صاحب ناسخ التواریخ کی تحقیق انیق بھی پیش کی جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ﴿مکشوف باد کہ آں چہ ایں بندۂ بے بضاعت باستقراء و استیعاب رنج برد و اختیار نمود آنست کہ حسین علیہ السلام را چہار پسر بود. علی اکبر الشهید و علی اوسط هو الامام و علی اصغر و عبد اللہ. سہ تن از ایشاں در یوم طف شهید شدند. و آنحضرتؑ را دو دختر افزوں نبود نختس فاطمۃ و آں دیگر سکینۃ﴾[1] یعنی "میں نے بڑی محنت و مشقت کے بعد جو کچھ کتب سیر و تواریخ سے حاصل کر کے اختیار کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جناب امام حسینؑ کے چار بیٹے تھے۔ علی اکبرؑ شہید، علیؑ اوسط (امام) علی اصغر اور عبد اللہ۔ ان میں سے تین شہزادے میدان کربلا میں شہید ہوگئے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ پہلی جناب فاطمہؑ اور دوسری جناب سکینہؑ۔"

بنابریں، انہی جناب فاطمہؑ کو کبریٰ و صغریٰ کہا جاتا ہے اس اعتبار سے کہ وہ جناب سکینہ سے بڑی ہیں۔ ان کو فاطمہ کبریٰ کہہ دیا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ اپنی جدّہ مطہرہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے چھوٹی ہیں۔ لہٰذا انہیں "فاطمہؑ صغریٰ کہا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے آنجنابؑ کی ایک اور صاحبزادی کا تذکرہ کیا ہے تو انہوں نے ان کا نام "زینب" بیان کیا ہے نہ فاطمہ فتذکّر۔

وجہ دوم:۔ واقعات کربلا کی بہت سی روایات جناب فاطمۃ بنت الحسینؑ سے مروی ہیں۔ نیز دربار و بازار کوفہ و شام میں دیگر مخدرات کی طرح ان محترمہ کے گرانقدر خطبات بھی کتب معتبرہ میں موجود ہیں جیسا کہ ہم اپنے اپنے مقام پر ان امور کا تذکرہ کریں گے انشاء اللہ۔ لہٰذا اگر ان کی مدینہ میں موجودگی تسلیم کی جائے۔ تو ان تمام حقائق کا انکار کرنا پڑے گا۔

وجہ سوم:۔ جلیل القدر علماءِ اعلام نے تصریحات فرمائی ہیں کہ فراق فاطمہؑ صغریٰ کا واقعہ بالکل بے اصل ہے۔ چنانچہ علامہ محمد بن سلیمان تنکابنی (صاحب قصص العلماء) کتاب اکلیل المصائب میں تحریر فرماتے ہیں: ﴿و ایں

[1] ناسخ التواریخ، ج ۶، ص ۴۹۸۔

اب ہم ضمناً اس پہ کچھ حوالہ جات پیش کررہے ہیں کہ مشہور قول کے مطابق متقدمین و متاخرین "علماء محققین" (علیہاالرحمہ) امام حسین علیہ السلام کی تین اور کچھ چار بیٹیاںؑ بھی لکھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

1 ابن ابی الثلج بغدادی متوفی 325 ہجری
امام علیہ السلام کی تین بیٹیاںؑ لکھتے ہیں زینب ع، فاطمہ ع، سکینہ ع۔

حوالہ: [تاریخ الآئمہ ص 18]

2 علامہ خصیبی متوفی 334 ہجری مذکورہ بالا تین بیٹیاںؑ ہی لکھتے ہیں۔

حوالہ: [الہدایۃ الکبریٰ ص 202]

3 محمد بن ہمام الاسکافی متوفی 336 ہجری بھی یہی 3 بیٹیاںؑ لکھتے ہیں۔

حوالہ: [منتخب الانوار ص 65]

4 پانچویں صدی کہ علامہ ابن جریر الطبری امامی بھی مذکورہ تین بیٹیاںؑ ہی لکھتے ہیں۔

حوالہ: [دلائل الامامۃ ص 181]

5 ابن شہر آشوب متوفی 588 ہجری بھی مذکورہ تین بیٹیاں ہی لکھتے ہیں۔

حوالہ: [مناقب آل ابی طالب ج 4 ص 72]

6 علامہ اربلی متوفی 693 ہجری تین بیٹیوں والے قول کو "مشہور" لکھتے ہیں اور چار بیٹیوں والے قول کو "مشہور تر" کہتے ہیں۔

حوالہ: [کشف الغمہ جلد 2 ص 38]

7 آٹھویں صدی کے عالم ابراہیم بن محمد بن نزار صنعانی یہی تین بیٹیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

حوالہ: [اشراق الاصباح ص 144]

8 نویں صدی کے عالم نسابہ سید رکن الدین حسینی موصلی انہی تین بیٹیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

حوالہ: [بحر الانساب ص 53]

9۔ ڈھکو صاحب کے ممدوح عالم مقدس اردبیلی متوفی 993 ہجری نے چار بیٹیوں کا ذکر کیا اور فرماتے ہیں کہ " صحیح یہ ہے کہ زینب نام کی دو بیٹیاں تھیں زینب کبریٰ ع اور زینب صغریٰ ع، سکینہ ع اور فاطمہ ع اور چار بیٹے اور دو بیٹیوں والے قول کو "ضعیف" کہتے ہیں۔

حوالہ: [حدیقۃ الشیعہ جلد 2 ص 662]

◈10◈ علامہ سید عباس الموسوی مکی متوفی 1180 ہجری نے ایک نظم لکھی ہے جس میں وہ امام کی مذکورہ تینوں بیٹیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

حوالہ: [نزہۃ الجلیس ج1 ص133]

◈11◈ شیخ حسین الفتونی متوفی 1183 ہجری نے بھی ایک نظم میں تینوں بیٹیوں کا تذکرہ کیا۔

حوالہ: [ارجوزۃ الفتونی ص9]

◈12◈ شیخ علی ربانی خلخانی 4 بیٹیوں والے قول کو صحیح کہتے ہیں۔

حوالہ: [چہرہ درخشان ص53]

◈13◈ شیخ عبدالحسین بندانی نیشاپوری لکھتے ہیں کہ بہت ساری کتابوں میں امام حسین ع کی دو بیٹیاں ذکر ہوئی ہیں یہ مشہور کے خلاف ہے۔

حوالہ: [ریحانہ کربلا ص17 اردو]

تبصرہ: تو قارئین آپ نے دیکھا کہ ہم نے اختصار کے ساتھ "علماء اعلام" کے نام نقل کئے ورنہ حوالہ جات بہت زیادہ ہیں۔اب محمد حسین ڈھکو صاحب فریقین سے دو بیٹیوں کے قول کے اثبات کا دعوی کرتے ہیں لیکن وہ قول "ضعیف اور خلافِ مشہور ہے" اور علماء 3 اور 4 بیٹیوں کے قائل ہیں اور جیسا کہ "خود ڈھکو صاحب نے اصول بیان کیا ہے تو اس حساب سے کُتب معتبرہ میں اس بات کا لکھا جانا ہی کافی ہے" جبکہ ہمارے پیش کردہ قول کی تصحیح اور شہرت بھی ظاہر ہے۔

ہم آگے چلتے ہیں اپنے اصل موضوع کی طرف کہ جیسا کہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے لکھا کہ جناب سکینہ بنت الحسین سلام اللہ علیہا کہ وفات 117 ہجری میں ہوئی اور انکے نزدیک کسی بھی بچی کی وفات زندانِ شام میں نہیں ہوئی اور نہ ہی کُتبِ معتبرہ میں ایسا کچھ ملتا ہے۔

کیا یہ ظُلمِ عظیم نہیں؟ ہم انشاء اللہ حوالہ جات کے انبار لگائیں گے اور ساتھ میں اصل صفحات بھی آخر میں موجود ہونگے مومنین انکو ملاحظہ کیجئے گا۔

لیکن اس سے پہلے یہ بات کہ جن بی بیؑ کی شہادت زندان میں ہوئی کُتب میں انکے مختلف نام درج ہیں کہیں سکینہ، کہیں رقیہ کہیں فاطمہ وغیرہ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ نام کا اختلاف ہونا واقعہ کو جھوٹا قرار دینے کا سبب ہر گز نہیں بن سکتا بلکہ علماء نے باقاعدہ اسکی وضاحت کی ہے۔

شیخ عبدالحسین بندانی نیشاپوری لکھتے ہیں:

"کچھ وجوہات کی بناپر کبھی ایک بیٹی کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، بیٹیاں زیادہ نہیں تھیں نام زیادہ تھے اسی لئے بعض علماء نے جیسے آیت اللہ ملا حبیب اللہ کاشانی نے اسی موضوع کی طرف اشارہ کیا ہے"

حوالہ: [ریحانہ کربلا ص 17]

مزید علامہ صدرالدین قزوینی لکھتے ہیں:

"روایات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ امام حسین ع کو اللہ نے جو بیٹی عطا کی انہوں نے اسکا نام فاطمہ رکھا اور ساتھ لقب رکھتے جیسے فاطمہ کبری، فاطمہ صغری، سکینہ وغیرہ"

حوالہ: [ریاض القدس جلد 2 ص 704]

شیخ جواد الیزدی لکھتے ہیں:

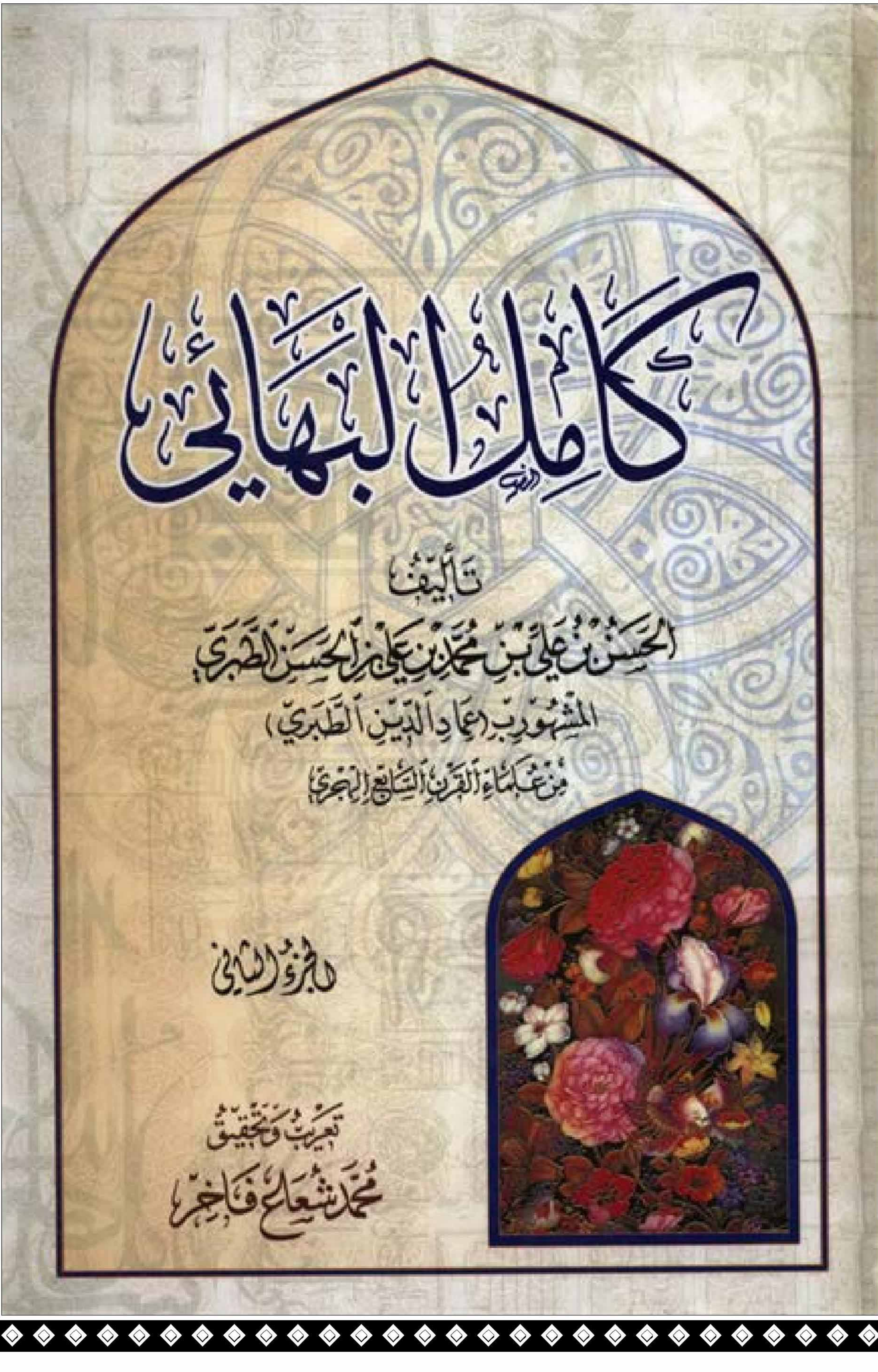
"اس معصومہ کے نام میں اختلاف ہے کچھ زبیدہ لکھتے ہیں، کچھ رقیہ، کچھ زینب، کچھ سکینہ جبکہ یہ تمام نام اسی معصومہ کے ہیں جن کو رقیہ بھی کہا جاتا ہے اور انہوں نے شام میں وفات پائی"

حوالہ: [شعشۃ الحسینی جلد 2 ص 171 [بحوالہ الصحیح من مقتل سید الشہداء ص 180]

لہذا جناب سکینہ سلام اللہ علیہاکے مختلف نام ذکر ہونا کوئی اشکال نہیں رکھتا۔

1 شیخ عمادالدین طبری متوفی 675 ہجری نے امام حسین علیہ السلام کی چھوٹی بیٹیؑ کا زندانِ شام میں شہید ہونا لکھا ہے لیکن نام نہیں لکھا مختصر یہ کہ امام حسین علیہ السلام کی چھوٹی بیٹیؑ زندان میں بابا کو خواب میں دیکھ کر روتی تھیں اور بابا کو طلب کرتی تھی جس پہ یزید نے امام علیہ السلام کا سر وہاں بھیجا اور جناب سکینہ سلام اللہ علیہا نے باباؑ کو سینے سے لگاکے مظالم کے شکوے کیئے اور بیہوش ہو گئی اور اسی حالت میں دنیا سے چلی گئیں۔

حوالہ: [کامل البھائی جلد 2 ص 235،236]


كامل البهائي
تأليف
الحسن بن علي بن محمد بن علي بن الحسن الطبري
المشهور بـ(عماد الدين الطبري)
من علماء القرن السابع الهجري
الجزء الثاني
تعريب وتحقيق
محمد شعاع فاخر

كامل البهائي

الحسن بن علي بن محمد بن علي بن الحسن الطبري

المشهور بـ (عماد الدين الطبري)

من علماء القرن السابع الهجري

الجزء الثاني

وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾[1] والنبيّ طرد مروان من المدينة وهذا دليل على كفره، فلمّا استخلف عثمان (لعنه الله ـ المترجم) ردّه وأسند إليه منصب الوزارة، وطرد أباذر بخلاف حكم هذه الآية من المدينة وهو حبيب رسول الله ﷺ، أنصف من نفسك أيّها المخالف، إن صنع عثمان هذا لا يدلّ على صحّة خلافته بل ولا على إيمانه أو إسلامه.

وقال صدر الأئمّة البخاري: وأمر يزيد بنصب رأس الإمام الحسين ؑ على باب مدينة دمشق وأسكن مخدّرات الرسالة في بيت يجاور بيته، ولمّا دخلن البيت خرجن نساء آل ابي سفيان لاستقبالهنّ ورُحن يقبّلنّ أيديهنّ وأرجلهنّ وهنّ صارخات باكيات لاطمات، وأقمن العزاء ثلاثة أيّام، ولمّا رأين بنات النبيّ بهذه الحالة المزرية خلعن ملابسهنّ ورمينها عليهنّ، وحسرت امرأة يزيد عن رأسها وشقّت جيبها وعمدت إلى ستائر بيتها فمزّقتها وأقبلت حافية القدمين إلى مجلس يزيد وقالت: يا يزيد، أأنت الذي أمرت بحمل رأس ابن بنت رسول الله على الرمح ونصبته على باب بيتك، وكان يزيد جالساً على عرش الملك وعليه تاج مرصّع بالدرّ والياقوت والحجارة الكريمة، فلمّا بصرت عينه بزوجته سافرة بادر إليها وسترها وقال: يا هندي، فاغفر (كذا) فاقعري وابكي على بني بنت رسول الله.

وجاء في الحاوية أنّ النساء يتستّرن على ما جرى في كربلاء من قتل الرجال والشباب على البنات والولدان، ويعدن الأطفال الصغار بعودة آبائهم من هذا السفر إلى أن أدخلوهنّ بيت يزيد لعنه الله وكان معهنّ بنيّة لها من العمر أربع سنوات، انتبهت من نومها وصرخت تريد أباها الحسين ؑ، لقد كان معي الساعة وأنا نائمة، فثارت للنساء والأولاد ضجّة وصيحة، وكان يزيد لعنه الله يغط في نومه

---

(١) الأنعام: ٥٢.

العميق فانتبه بإنزعاج وسأل: ما الخبر؟ فأخبروه بما جرى، فقال: خذوا لها رأس أبيها، فحملوه إليها ووضعوه بين يديها، فسألتهم: ما هذا؟ فقال لها اللعناء: هذا رأسُ أبيك. فصرخت الطفلة مرعوبة واستولى عليها الرعب الشديد حتّى مرضت وبقيت من بعدها أيّاماً ثمّ ماتت وأسلمت الروح إلى ربّها.

الفصل الرابع
في أنّ بني أُميّة لم يكونوا من قريش

اعلم أنّ أُميّة غلام روميّ لعبد الشمس وكان قد أعتقه وتبنّاه لما رأى سطوع الذكاء والكياسة مرسوماً على محيّاه، وولد له أولاد كثيرون جلّهم لعناء.

والعلماء قول واحد أنّ الشجرة الخبيثة (الملعونة) هم بنو أُميّة في قوله تعالى: ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الأَرْضِ مَالَهَا مِن قَرَارٍ﴾ (١).

الفائدة الأُولى

سؤال: عثمان بن عفّان بن أبي العاص بن أُميّة بن عبد شمس بن عبد مناف، فكيف يقال لمثله غلام، أو كان غلاماً؟

الجواب: جرت عادة العرب أنّ المملوك إذا أعتقوه وتبنّوه يُدعى عندهم بعتيق أو معتق، نظير هذا زيد بن حارثة حين أعتقه النبيّ ﷺ وتبنّاه فكان يدعونه زيد ابن محمّد، واشتهر ذلك بين أهل مكّة والمدينة وكان الله سبحانه يكره ذلك. ولمّا طلّق زيد زوجه زينب بنت جحش وأمر الله رسوله أن يتزوّجها لكي يعلم الناس أنّه ليس ولده على الحقيقة ولا هو بوارث له، إنّما ترثه فاطمة وابناها الحسن

---

(١) إبراهيم: ٢٦.

۞2۞ شیخ طریحی نجفی متوفی 1085 نے بھی اسی طرح امام حسین علیہ السلام کی بیٹی کی شہادت لکھی ہے لیکن نام کی تصریح نہیں کی۔

حوالہ : [المنتخب ص 137]

المنتخب

في جمع المراثي والخطب

المشتهر بـ (الفخري)

تأليف

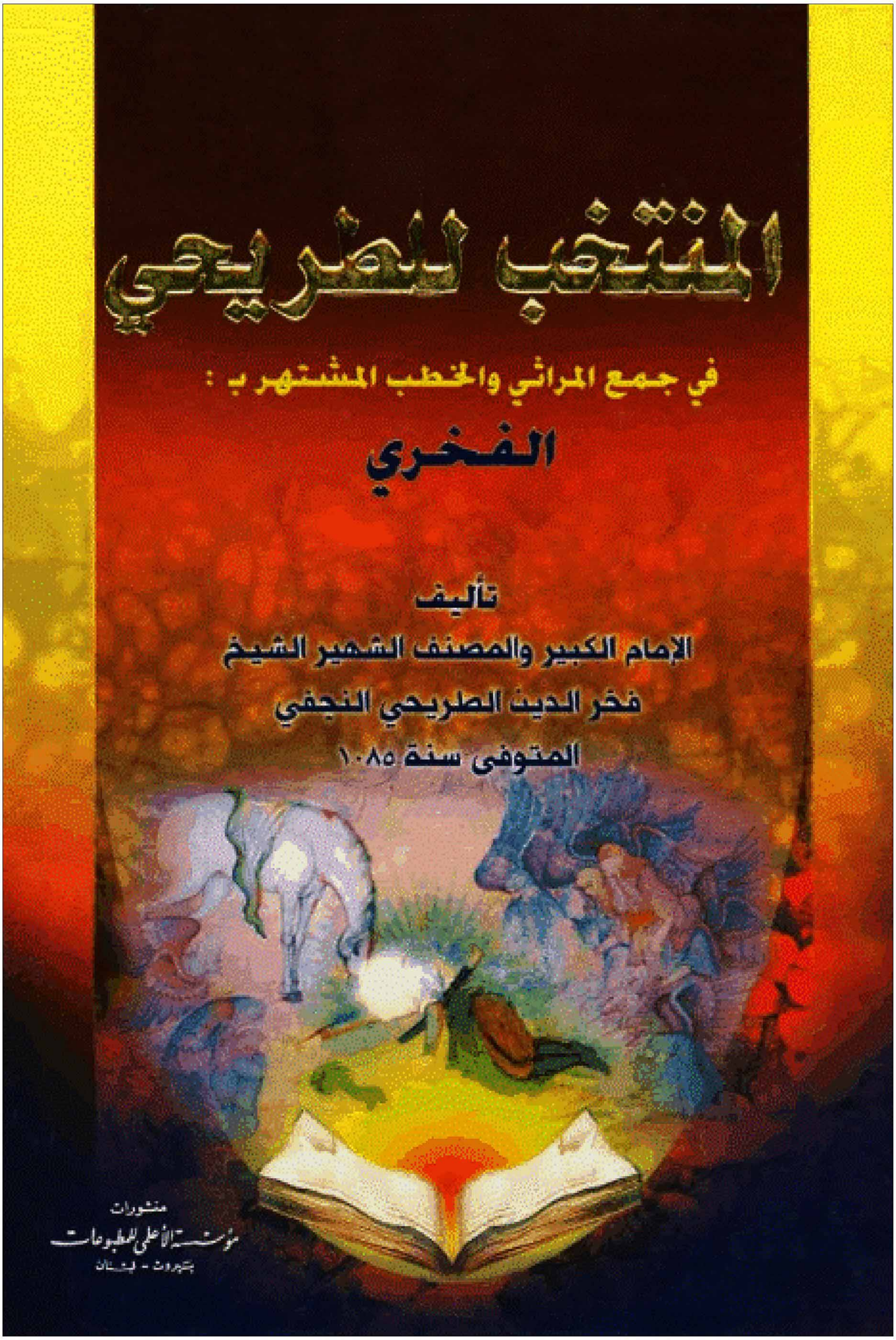
الإمام الكبير والمصنف الشهير الشيخ

فخر الدين الطريحي النجفي المتوفى سنة ١٠٨٥ هـ

ضبطه وصححه

نضال علي

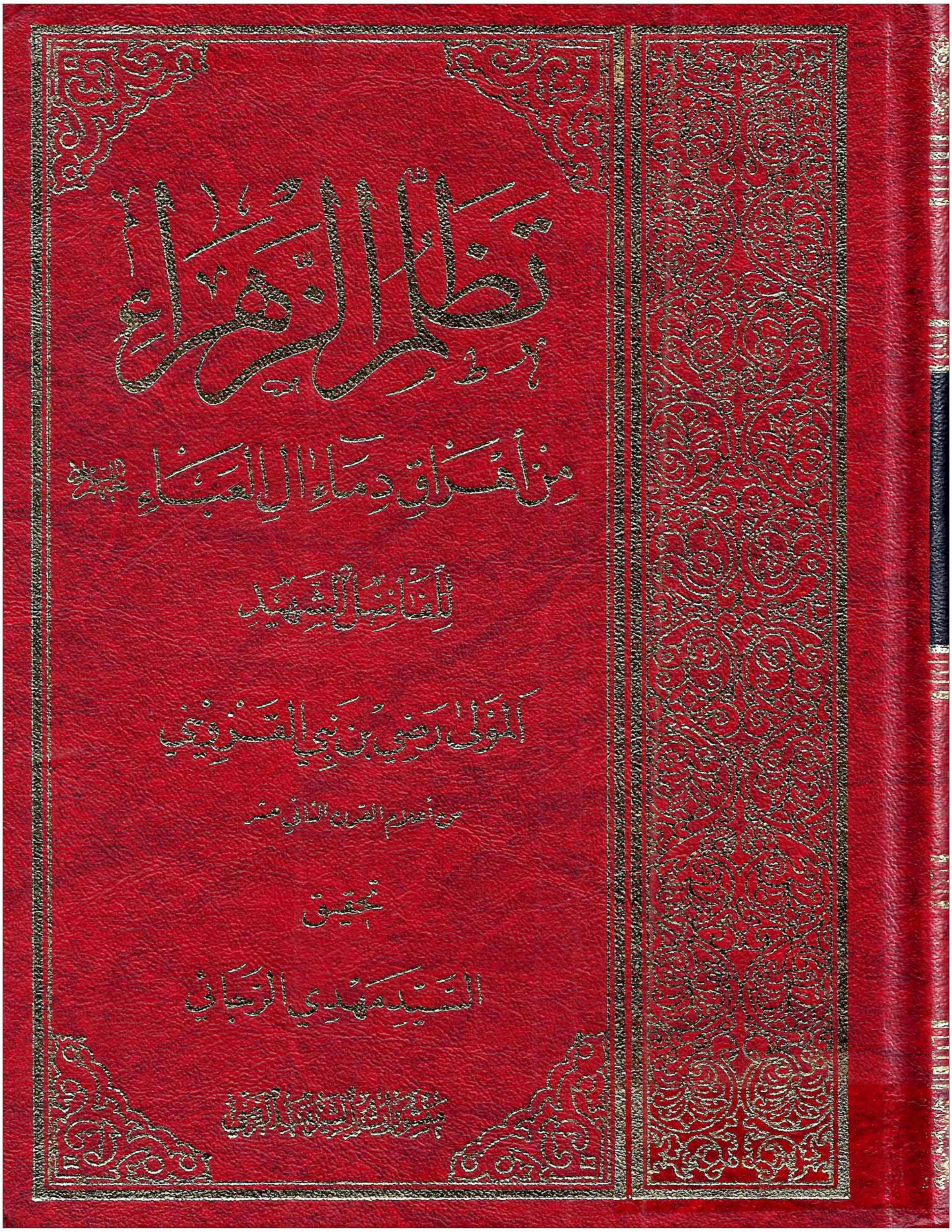
منشورات
مؤسسة الأعلى للمطبوعات
بيروت - لبنان
ص ب : ٧١٢٠


المنتخب للطريحي
في جمع المراثي والخطب المشتهر ب :
الفخري
تأليف
الإمام الكبير والمصنف الشهير الشيخ
فخر الدين الطريحي النجفي
المتوفى سنة ١٠٨٥
منشورات
مؤسسة الأعلى للمطبوعات
بيروت - لبنان

وبكت وانزعجت فهجعوها وقالوا لمَ هذا البكاء والعويل؟ فقالت آتوني بوالدي وقرة عيني وكلما هجعوها ازدادت حزناً وبكاءً فعظم ذلك على أهل البيت فضجوا بالبكاء وجددوا الأحزان ولطموا الخدود وحثوا على رؤوسهم التراب ونشروا الشعور وقام الصياح فسمع يزيد صيحتهم وبكاءهم فقال ما الخبر؟ قالوا: إن بنت الحسين الصغيرة رأت أباها بنومها فانتبهت وهي تطلبه وتبكي وتصيح، فلما سمع يزيد ذلك قال: ارفعوا رأس أبيها وحطوه بين يديها لتنظر إليه وتتسلى به فجاءوا بالرأس الشريف إليها مغطى بمنديل ديبقي فوضع بين يديها وكشف الغطاء عنه، فقالت ما هذا الرأس؟ قالوا لها رأس أبيك، فرفعته من الطشت حاضنة له وهي تقول: يا أباه من ذا الذي خضبك بدمائك؟ يا أبتاه من ذا الذي قطع وريدك؟ يا أبتاه من ذا الذي أيتمني على صغر سني؟ يا أبتاه من بقي بعدك نرجوه؟ يا أبتاه من لليتيمة حتى تكبر؟ يا أبتاه من للنساء الحاسرات؟ يا أبتاه من للأرامل المسبيات؟ يا أبتاه من للعيون الباكيات؟ يا أبتاه من للضائعات الغريبات؟ يا أبتاه من للشعور المنشرات؟ يا أبتاه من بعدك وا خيبتنا! يا أبتاه من بعدك وا غربتنا! يا أبتاه ليتني كنت الفدى، يا أبتاه ليتني كنت قبل هذا اليوم عمياء، يا أبتاه ليتني وسّدت الثرى ولا أرى شيبك مخضباً بالدماء، ثم إنها وضعت فمها على فمه الشريف وبكت بكاءً شديداً حتى غشي عليها، فلما حركوها فإذا بها قد فارقت روحها الدنيا، فلما رأوا أهل البيت ما جرى عليها أعلنوا بالبكاء واستجدوا العزاء وكل من حضر من أهل دمشق؛ فلم ير في ذلك اليوم إلاّ باكٍ وباكية، فقامت زينب بنت أمير المؤمنين وقالت: أظننت يا يزيد حيث أخذت علينا أقطار الأرض فأصبحنا نساق كأنا أسراء الزنج والحبش، أن بنا من الله هواناً وعليك منه كرامة وامتناناً، وأن ذلك لعظم خطرك عند الله، شمخت بأنفك ونظرت في عطفك، جذلان مسروراً حين رأيت الدنيا بك مستوسقة؛ والأمور متسقة، وحين صفا لك ملكنا وسلطاننا، مهلاً مهلاً، أنسيت قول الله تعالى: ﴿ولا يحسبن الذين كفروا أنما نملي لهم خيراً لأنفسهم. إنما نملي لهم ليزدادوا إثماً ولهم عذاب مهين﴾ أمن العدل يا ابن الطلقاء تخديرك حرائرك وإماءك وسوقك بنات رسول الله سبايا هتكت ستورهن وأبديت وجوههن يحدو بهن الأعداء من بلد إلى بلد، ويستشرفهن أهل المناهل والمناقل؛ ويتصفح وجوههن القريب والبعيد والدني والشريف، ليس معهن من رجالهن ولي، ولا من

3 العالم الجلیل سید رضی بن نبی القزوینی نے 1118 ہجری میں کتاب لکھی جس میں صراحت کے ساتھ اسی واقعہ کو جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کے خواب کے باب میں لیکر آئے ہیں اور انکی شہادت بیان کی ہے۔

حوالہ : [تظلم الزہراء ص334]



تظلّم الزهراء

مِنْ أهْراقِ دِماءِ آلِ العَبْاءِ عليهم السلام

لِلْفاضِلِ الشَّهيدِ

الْمَوْلى رَضِي بن نَبِي الْقَزْوِيْني

من أعلام القرن الثاني عشر

تحقيق [redacted]

السَّيِّدِ مَهْدِي الرَّجائي

ومن يوم استشهد الحسين عليه السلام ما بقيت تراه ، فعظم ذلك عليها واستوحشت لأبيها ، وكانت كلّما طلبت أباها يقولون لها : غداً يأتي ومعه ما تطلبين ، الىٰ أن كانت ليلة من الليالي رأت أباها بنومها .

فلمّا انتبهت صاحت وبكت وانزعجت فهجعوها ، وقالوا : ما هذا البكاء والعويل ، فقالت : إيتوني بوالدي وقرّة عيني ، وكلّما هجعوها ازدادت حزناً وبكاءً ، فعظم ذلك علىٰ أهل البيت ، فضجّوا بالبكاء ، وجدّدوا الأحزان ، ولطموا الخدود ، وحثوا علىٰ رؤوسهم التراب ، ونشروا الشعور ، وقام الصياح .

فسمع يزيد صيحتهم وبكاءهم ، فقال : ما الخبر ؟ قالوا : انّ بنت الحسين الصغيرة رأت أباها بنومها ، فانتبهت وهي تطلبه وتبكي وتصيح ، فلمّا سمع يزيد ذلك ، قال : ارفعوا رأس أبيها وحطّوه بين يديها لتنظر اليه وتتسلّىٰ به ، فجاؤوا بالرأس الشريف اليها مغطّىٰ بمنديل دبيقي ، فوضع بين يديها ، وكشف الغطاء عنه ، فقالت : ما هذا الرأس ؟ قالوا : انّه رأس أبيك .

فرفعته من الطشت حاضنة له ، وهي تقول : يا أبتاه من ذا الذي خضبك بدمائك ؟ يا أبتاه من الذي قطع وريديك ؟ يا أبتاه من الذي أيتمني علىٰ صغر سنّي ؟ يا أبتاه من بقي بعدك نرجوه ؟ يا أبتاه من لليتيمة حتّىٰ تكبر ؟ يا أبتاه من للنساء الحاسرات ؟ يا أبتاه من للأرامل المسبيات ؟ يا أبتاه من للعيون الباكيات ؟ يا أبتاه من للضائعات الغريبات ؟ يا أبتاه من للشعور الناشرات ؟ يا أبتاه من بعدك واخيبتاه يا أبتاه من بعدك واغربتاه ؟ يا أبتاه ليتني كنت لك الفدا ، يا أبتاه ليتني كنت قبل هذا اليوم عمياء ، يا أبتاه ليتني وسدت الثرىٰ ، ولا أرىٰ شيبك مخضّباً بالدماء .

ثمّ انّها وضعت فمها علىٰ فمه الشريف ، وبكت بكاءً شديداً ، حتّىٰ غشي عليها ، فلمّا حرّكوها فاذا بها قد فارقت روحها الدنيا ، فلمّا رأىٰ اهل البيت ما جرىٰ عليها ، أعلنوا بالبكاء ، واستجدّوا العزاء ، وكلّ من حضر من أهل دمشق ، فلم ير في ذلك اليوم إلّا باك وباكية[1] .

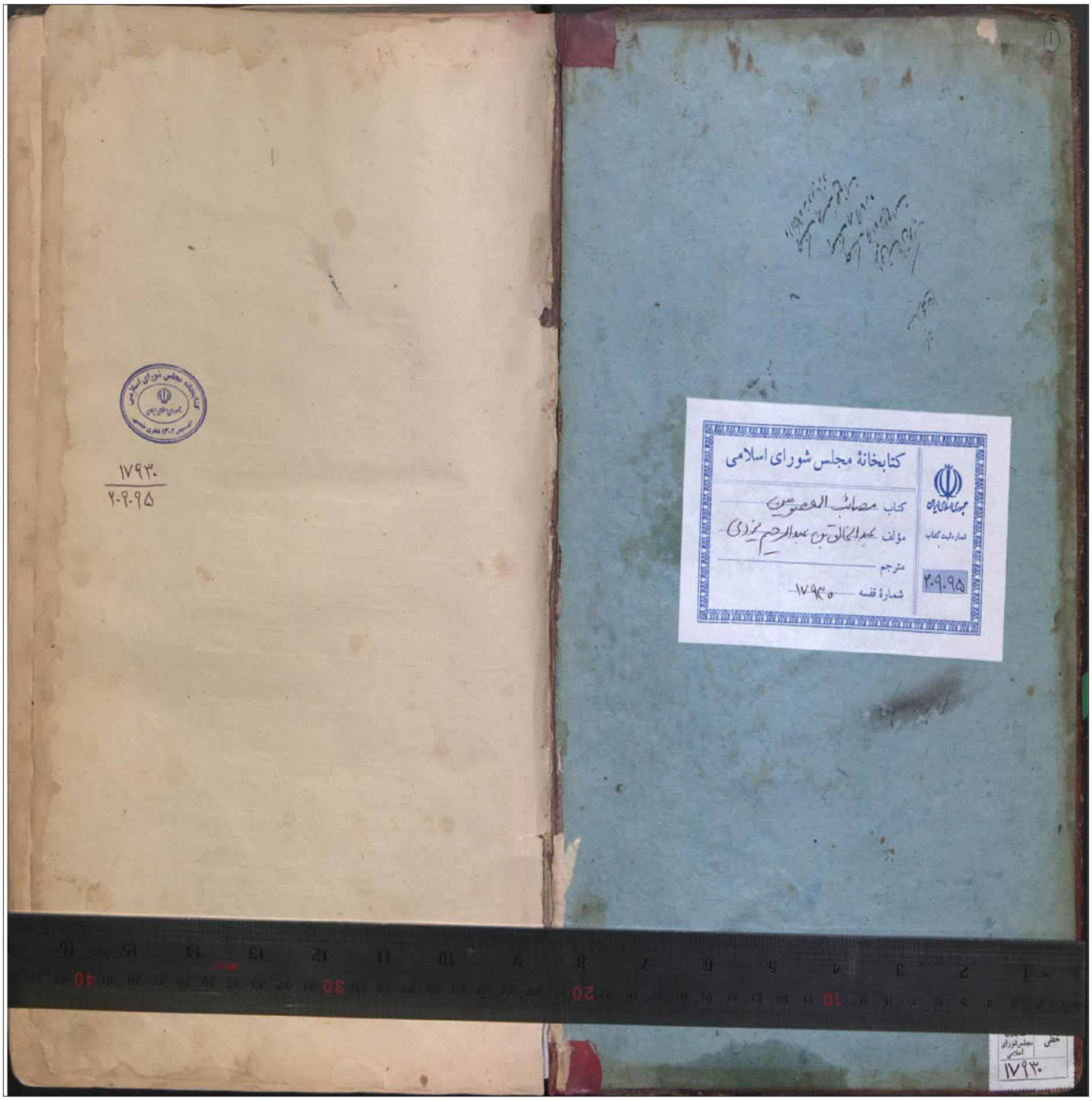
قال السيّد : وخرج زين العابدين عليه السلام يوما يمشي في أسواق دمشق ،

---

(١) المنتخب ص١٣٦ ـ ١٣٧ .

4 شیخ عبدالخالق الیزدی متوفی 1289 ہجری نے امام حسین علیہ السلام کی بیٹی کی شہادت کو ذکر کیا لیکن کسی کا نام نہیں لکھا۔

حوالہ : [مصائب المعصومین ص 104 قلمی نُسخہ]



١٠٤

النور الزهراء التي اشرقت بالسموات والارض واوحى الله اليها هذا اخترعته من نور جلالي لانها فاطمة ابنة حبيبي وزوجة ولي
واني نبي واني حجتي على عبادي اشهدكم ملائكتي اني قد جعلت ثواب تسبيحكم وتقديسكم لهذه المراة وشيعتها ومحبيها الى يوم القيمة
قال فلما سمع العباس من رسول الله صلعم ذلك وثب وقبل بين عيني علي وقال يا علي والله انت الحجة البالغة لمن آمن بالله
واليوم الآخر وفي نسخة اخرى فضمه الى صدره وقبل ما بين عينيه وقال بابي عترة المصطفى من اهل بيت ما اكرمكم على الله
فاقول اذا سمعتم ايها المؤمنون المحبون ان الجنة والحور العين مخلوقتان من نوره والعرش من نور جده محمد المصطفى والملائكة
من نور ابيه علي المرتضى صلوات الله عليه والسموات والارضون من نور امه فاطمة الزهراء وكانت الشمس والقمر من نور اخيه الحسن
المجتبى ع فهل تقدرون ان تسمعوا ان اولاده وذريته واخواته لما وصلوا الى دمشق وادخلوهم في مجلس يزيد عليه اللعائن
الله واذى كلهم بانواع الاذى امرهم بالسجن وكان اهل البيت روحنا فداهم فيه في الايام في حر الشمس والليالي في الظلمة
حتى تغيرت وجوههم فاصابهم فيه مصيبة عظيمة فانه روي في بعض الكتب اذ كانت بين الاسارى بنت صغيرة تلو الحسين
وكانت تحب الحسين كثيرا وكان الحسين ع بالنسبة اليها شديد المحبة وهي في اكثر الايام والليالي كانت باكية على مفارقة
ابيها ومجروحة قلب اهل البيت بذكر وصل ابيها وقد مضى من عمرها ثلث سنوات ومن يوم استشهد الحسين ع ما بقيت فعظم
ذلك عليها واستوحشت لابيها وكانت كلما طلبت اباها يقولون لها غدا يأتي ومعه ما تطلبين الى ان كانت ليلة من الليالي
رأت اباها في نومها فلما انتبهت صاحت وبكت وانزعجت فجمعوها فقالوا لها ما هذا البكاء والعويل فقالت ائتوني بوالدي وقرة
عيني وكلما جمعوها ازدادت حزنا وبكاء فعظم ذلك على اهل البيت فضجوا بالبكاء وجددوا الاحزان ولطموا الخدود وحثوا على
رؤوسهم التراب ونشروا الشعور وقام الصياح فسمع يزيد لعنه الله صيحتهم وبكاءهم فقال ما الخبر قالوا ان بنت الحسين الصغيرة رأت
اباها بنومها فانتبهت وهي تطلبه وتبكي وتصيح فلما سمع يزيد ذلك قال ارفعوا رأس ابيها اليها فجاؤوا بالرأس الشريف اليها وهو مغطى بمنديل دبيقي فوضع
بين يديها وكشف الغطاء عنه فقالت ما هذا الرأس فقالوا هذا رأس ابيك فرفعته من الطشت حاضنة له وهي تقول
يا ابتاه من ذا الذي قطع وريدك يا ابتاه من ذا الذي خضبك بدمائك يا ابتاه من ذا الذي ايتمني على صغر سني يا ابتاه
من لليتيمة حتى تكبر يا ابتاه من للنساء الحاسرات يا ابتاه من للارامل المسبيات يا ابتاه من للعيون الباكيات يا ابتاه من
للضائعات الغريبات يا ابتاه من بعدك واغربتاه يا ابتاه ليتني كنت لك الفداء يا ابتاه ليتني كنت قبل هذا اليوم
عمياء يا ابتاه ليتني وسدت الثرى ولا ارى شيبك مخضبا بالدماء ثم انها وضعت فمها على فمه الشريف وبكت بكاء شديدا
حتى غشي عليها فلما حركوها واذا هي قد فارقت روحها الدنيا فلما رأى اهل البيت ما جرى عليها اعلنوا بالبكاء وجددوا العزاء
وكل من حضر من اهل دمشق فلم ير في ذلك الوقت الا باك وباكية انا لله وانا اليه راجعون وسيعلم الذين ظلموا اي منقلب
ينقلبون

المجلس الرابع والاربعون في اقامة الامام العزاء في الشام بعد الاستئذان من يزيد لعنه الله

سبحانك اللهم يا من يرزق الشهداء رزقا حسنا ويسقيهم من انهار دار الخلد وبيت الاياب والصلوة
والسلام على رسوله الذي جعله ابا الشهداء وفخرا للسعداء وعلى وصيه الذي هو ساقي الاحباب
من حوض خاتم الانبياء وعلى الصديقة الزهراء وام الائمة النقباء النجباء وعلى باقي الائمة
الامناء الذين هم اشرف من في الارض والسماء خصوصا على سيد الشهداء وقتيل الاشقياء وخامس
اصحاب الكساء عليهم الاف التحية والثناء اللهم ارحم شيعتهم ومحبيهم في يوم الجزاء والعن على

في وضعهم الرأس عند الطفل
ويا ليتنا مع رأس ابيها

في رثاء الطفل في الحبس
ماتت الطفلة وانزعجت وبكت
وطلبت اباها فلما سمع يزيد ذلك
قال ارفعوا رأس ابيها
فحضنته وقالت يا ابتاه من ذا الذي
وحضنته يا ابتاه من لعيالك

۞ 5 ۞ محمد حسین بن محمد علی کھماچی نے جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کی شہادت کو درج کیا ہے اور انکی کتاب کی چھاپ 1285 ہجری کی ہے۔

حوالہ : [اخبار ماتم ص 1022 اردو]


اخبارِ ماتم

جلد دوم

موضوع: حالات و تاریخ انبیاء و مجالس اہل بیت علیہم السلام

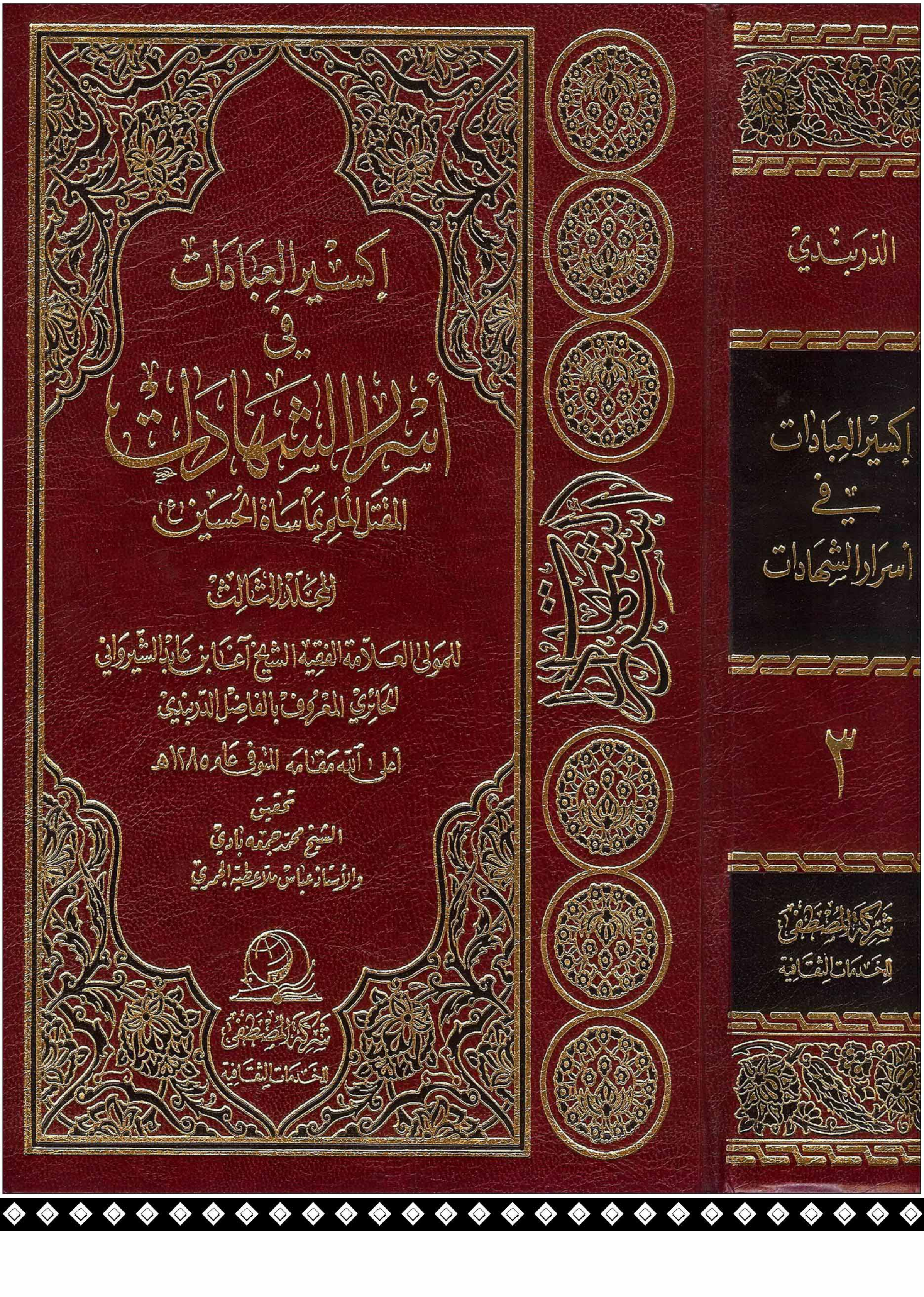
مؤلف: محمد حسین بن محمد علی

تینتالیسوین مجلس دمشق مین وفات سکینہ خاتون

مری رہگئی افسوس یہ حسرت دل ہی مین کئی مرتبہ یہ سر نظر آیا پہچانا نہ مینی تہیں اوس حال کے
پایا آثار یتیمی کی پدر جان گئی مین یہ صورت پرخون کی قربان گئی مین یہ راوی کہتا ہی عورتین
اہلحرم چار طرف سکینہ کی فغان و آہ مین شراکت کو فراہم ہتی اوسکی بین جگر خراش کو سنکر
باہم صرفِ ماتم ہتی ثُمَّ وَضَعَتْ فَمَهَا عَلٰى فَمِهِ الشَّرِيْفِ وَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا
حَتّٰى غُشِيَ عَلَيْهَا ناگاہ سکینہ خاتون نی سرِ پدر کو سینہ سی لگایا شوقِ محبت مین لبہای
بابکی سوکہی لبون سی ملایا اتنا چلائی اور نالہ و رقت مین برا حال کیا کہ آخر کثرتِ اندوہ و
قلق سی دم رو کا غش نی گہیر لیا شالِ بلبل تصویرِ گل مراد پر خاموش رہی جب عرصہ گذرا
عاشقِ پدر ہوش سی گئی گردن کا سند کا ڈہلا پسینا آیا چہری پر مردنی کا رنگ چہایا انکہین
دنیا کی محنت سی بند کین ہاتہ پیرونکی رگین کہچین ہای حسین کہکی جان دی ایسی چپ ہری
کہ پہر سانس نہ لی فَلَمَّا حَرَّكُوْهَا فَاِذَا بِهَا قَدْ فَارَقَتْ رُوْحُهَا الدُّنْيَا اہلبیت کو
گمان ہوا کہ سوتی ہی باپ سی پیار مین ہمراز ہوتی ہی چہوٹی ہاتہون سی اپنی پدر کی سر کو پکڑی تہی
چہاتی پر دہری ہوی خاک مین پڑی تہی جب آثار بی طور دیکہی گہبرا کی سب آگی بڑہی بی بی سکینہ
دخترِ شاہِ مدینہ کہکی پکارا ہر گاہ جواب نہ پایا تو شانہ پکڑ کی ہلایا اندہیری گہر مین روشنی نہین
کیا کرین جو غور سی اوس طفل کی انکہین دیکہین قرینہ سی جانا کہ فرطِ قلق سی مرگئی بابکی سرپر
جان سی گذر گئی فَلَمَّا رَاٰى اَهْلُ الْبَيْتِ مَا جَرٰى عَلَيْهَا عَلَتْ بِالْبُكَاءِ وَالصُّرَاخِ
وَاسْتَجَدُّوا الْعَزَاءَ اون غریبون نی جو یہ حالِ پر ملال دیکہا کہ سکینہ بر لقای پدر مین
گذر ا میتِ صغیر کی گرد جمع ہوکی بلبلائی شیون و فغان مین رو کی مانندِ بلبل چلائی نوحہ و
ماتم کا شور و غل تازہ کیا سر مین خاک غم ڈالکی بہت پیٹا اپنی مصیبت سی گریان و نالان تہی
فکر دفن و کفن مین حیران و سرگردان تہی نہ کوئی مددگار کہ سکینہ کا جنازہ اوٹہائی نہ دوست

۞6۞ آقائے فاضل دربندی متوفی 1285 ہجری نے امام حسین علیہ السلام کی بیٹیؑ کی شہادت کا یہی واقعہ لکھا ہے لیکن نام نہیں لکھا۔

حوالہ : [اکسیر العبادات جلد 3 ص 614]



إكسير العبادات في أسرار الشهادات

المقتل الملم بمأساة الحسين (ع)

المجلد الثالث

للمولى العلّامة الفقيه

الشيخ آغا بن عابد الشيرواني الحائري المعروف بالفاضل الدربندي

أعلى الله مقامه المتوفى عام ١٢٨٥هـ

تحقيق

الشيخ محمد جمعه بادي

والأستاذ عباس ملاعطية الجمري

شركة المصطفى

للخدمات الثقافية

فقالت : ما هذا الرأس ؟

قالوا : رأس أبيك ، فرفعته من الطشت حاضنة له ، وهي تقول :

" يا أبتاه .. من ذا الذي خضبك بدمائك ؟ .

ياأبتاه من لليتيمة حتي تكبر ؟

يا أبتاه من للنساء الحاسرات ؟

يا أبتاه من للأرامل المسبيات ؟

يا أبتاه من للعيون الباكيات ؟

يا أبتاه من للضائعات الغريبات ؟

يا أبتاه من للشعور الناشرات ؟

يا أبتاه من بعدك وا خيبتاه .

يا أبتاه من بعدك وا غربتاه .

يا أبتاه ليتني كنت لك الفداء .

يا أبتاه ليتني كنت قبل هذا اليوم عمياء .

يا أبتاه ليتني وسدت الثرى ولا أرى شيبك مخضّبا بالدماء .. " .

ثم أنها وضعت فمها على فمه الشريف (روحي له الفداء) وبكت بكاءً شديدا حتى غشي عليها ، فلما حركوها فإذا قد فارقت روحها الدنيا ، فلما رأى أهل البيت ما جرى عليها أعلنوا بالبكاء واستجدوا العزاء وكذلك كل من حضر من أهل دمشق فلم ير في ذلك اليوم إلا باك وباكية[1] ألا لعنة الله على القوم الظالمين وسيعلم الذين ظلموا أي منقلب ينقلبون .

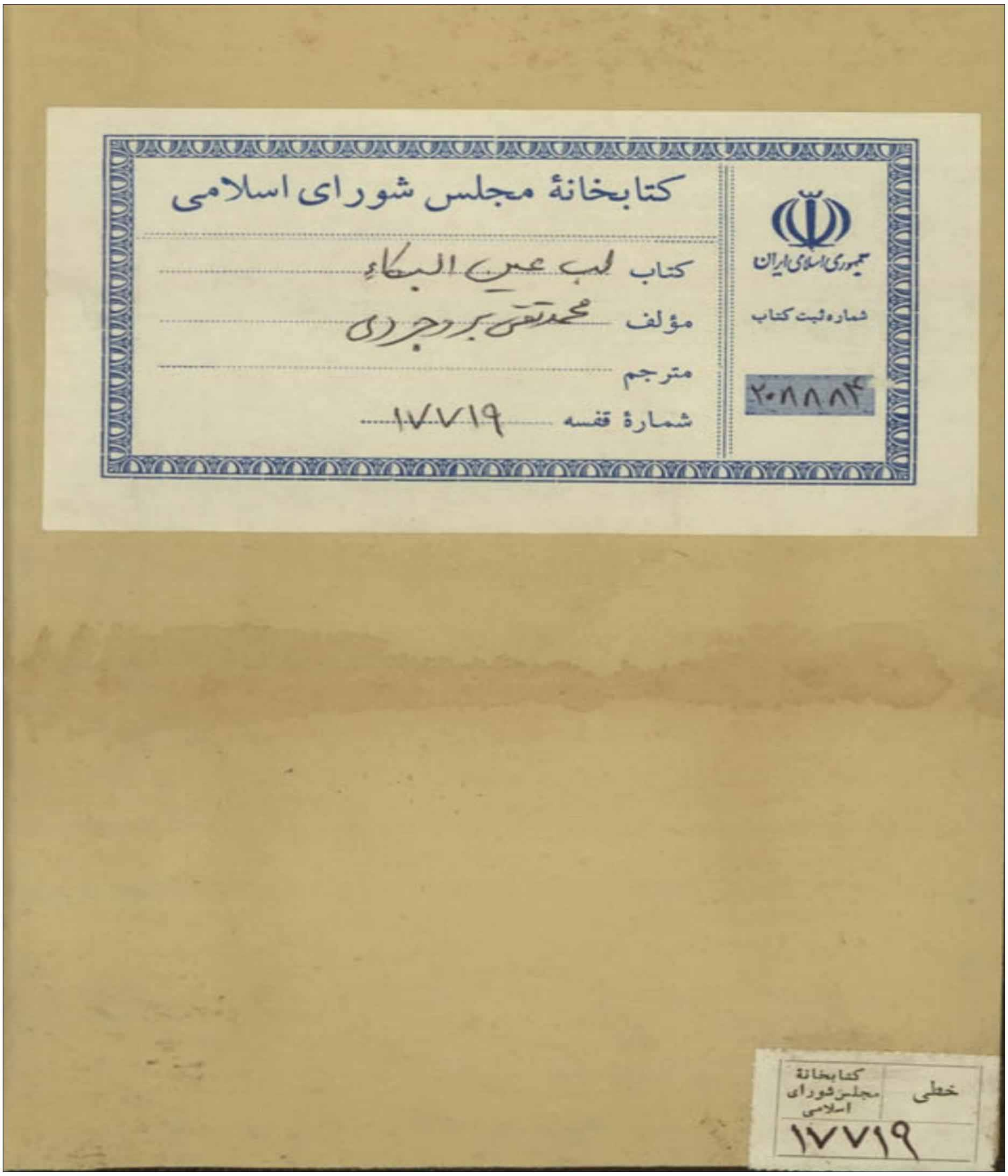
أقول : أن من تأمل في شد ة كفر يزيد (لع) وزندقته و شدة قساوة قبله وكثرة بغضه وعناده لأهل البيت ، علم أن مقصوده من إنفاذ الرأس الشريف (روحي له الفداء) وارساله الى أهل البيت في الحبس والسجن لم يكن أن تتسلى به تلك الصغيرة المظلومة

(١) المنتخب ج (١) ص (١٤٠) .

۞7۞ سید محمد تقی البروجردی کاشانی جنکی وفات غالباً 1102 ہجری میں ہوئی انہوں نے 1099 ہجری میں یہ مقتل کی کتاب لکھی اور اس میں امام حسین علیہ السلام کی بیٹیؑ کی شہادت زندان میں لکھی ہے لیکن نام درج نہیں کیا۔

{اس کتاب کے بارے میں آقائے سید مہدی لکھنوی لکھتے ہیں کہ یہ مقتل ضعیف روایات سے خالی ہے}

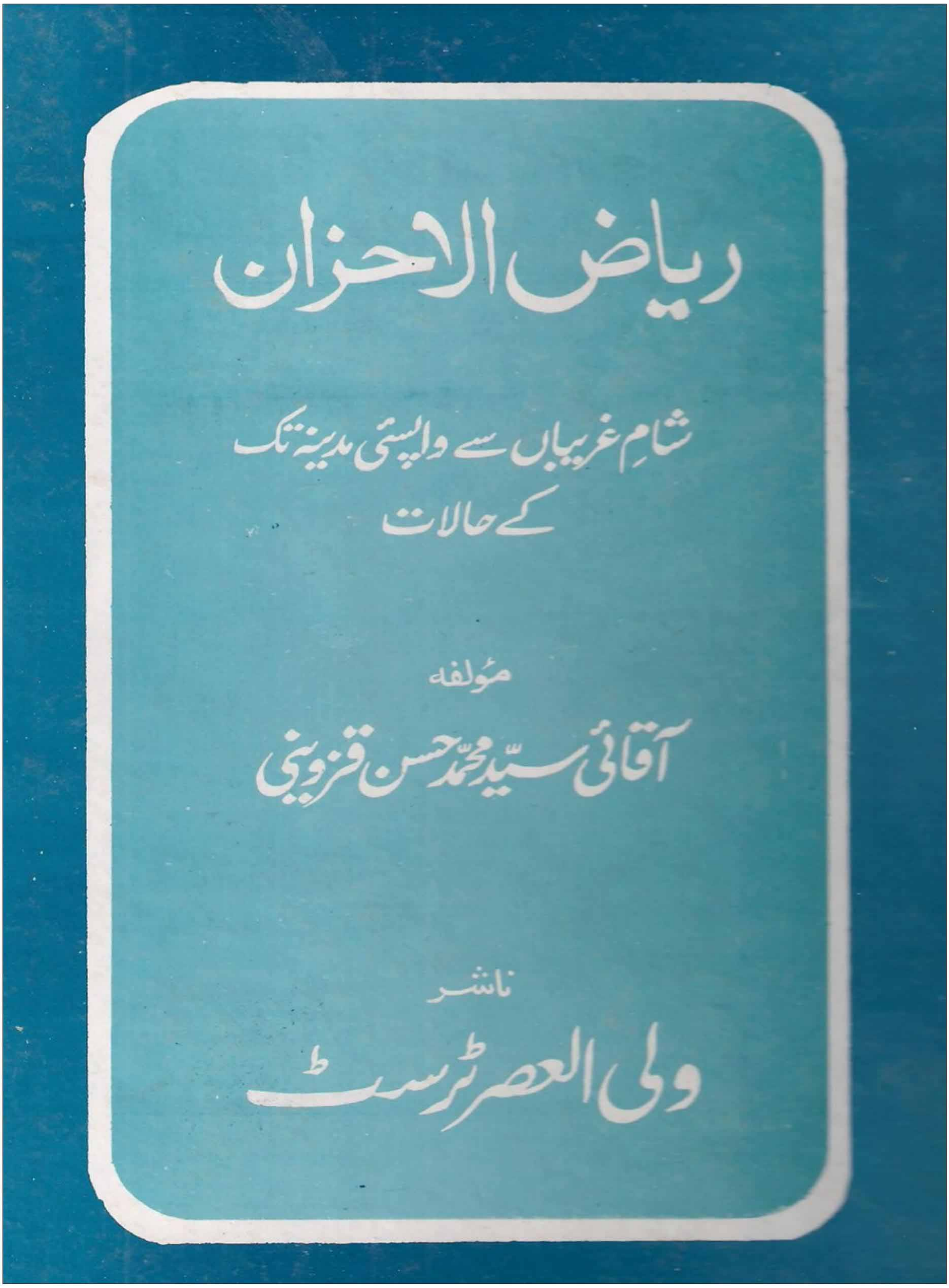
حوالہ : [عین البکاء ص 142، قلمی نُسخہ]



گر نشناسم شب خورشید خود را ÷ چنانم بسته راه نا امیدی ÷ که نتوان یافتن
امید خود را ÷ گفتند ای پدر و ای مونس دل افگار لمؤلفه این همانست که دیدی
تو عیان در خوابش ÷ گر ازین خواب تو بیدار شوی دریابش ÷ شادی بنت ازین
روی نیکو ثابت تر ÷ ترجمان کرده ز خون بهن ورق مهتابش ÷ باورت نیست
سراغ از دل بیتابش کن ÷ بشنوی بوی کباب از دل بیتابش ÷ ما نگوییم که تو همره
او خواب مکن ÷ لیک بیدار نسازی ز فغان از خوابش ÷ چون آن مهجور غریب
و آن یتیم بی نصیب دانست که آن سر پدر بزرگوار اوست آن سر را بر داشت و بر روی
سینه گذاشت و لب بر لب او نهاد و میگفت ای پدر لمؤلفه از هجر تو صد هزار فریاد ÷
ای رفته نکرده هرگز ما یاد ÷ از چیست ترا صدا نباشد ÷ این لازمهٔ وفا نباشد ÷ در راه
چرای شکیبی ÷ پس مانده ز کاروان غریبی ÷ از هجر غمش نموده فریاد ÷ لب بر لب او
نهاد و جان داد ÷ اهل بیت پیش رفتند و او را حرکت دادند دیدند که هم به پدرش
بسفر رفته لمؤلفه آری ره و رسم عشق این است ÷ جان دادن پی غرض چنین است ÷
آن طفل نظاره کن چنان رفت ÷ والله که یکنفس توان رفت ÷ اهل بیت از سر
تازه ماتم گرا ته و غم شدند پس زینب خاتون سخن با آن نعش میگوید و بر سر آن
صغیره نوحه میکند و میگوید لمؤلفه برو که دامن زهرا ترا مبارک باد ÷ برو که سایهٔ
جدت ترا تبارک باد ÷ برو که تشنه لبی برده از جگر تابت ÷ برو که ساقی روز جزا
دهد آبت ÷ برو ولی ز من بی پدر شکوه مکن ÷ ازین ستم زده اشکبار شکوه مکن ÷
خوشا بحال رفیقان که من بجا باشم ÷ بناله از پی این کاروان درا باشم ÷

8 آقائے سید محمد حسن قزوینی نے امام علیہ السلام کی بیٹیؑ کی شہادت کو لکھا ہے۔

حوالہ: [ریاض الاحزان ص 421, 422اردو]

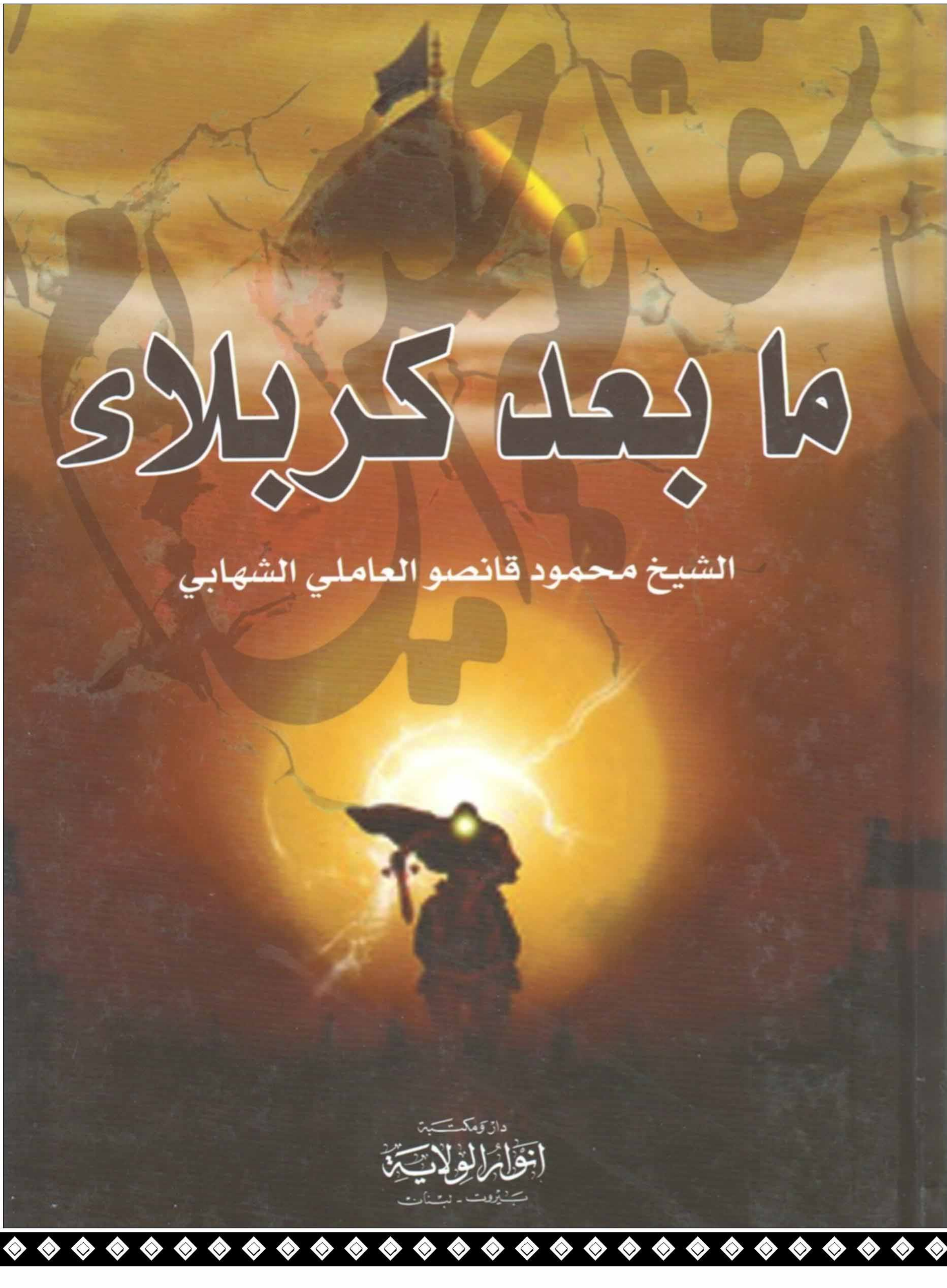


کوشش کی۔ لیکن شہزادی نہ جاگی۔ بی بی معصومہ کے ہاتھوں سے سر مظلوم لینا چاہا تو شہزادی ایک طرف جھک زمین پر دراز ہو گئیں۔ بنت زہرا نے جب نبض پہ ہاتھ رکھا۔ تو بے ساختہ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔

رات کا وقت تھا۔ زندان میں وا محمدہ اور واحسیناہ سے ماتم شروع ہو گیا یزید نے دریافت احوال کے لیے غلام بھیجا تو اسے بتایا گیا کہ جس معصومہ نے بابا کا سر مانگا تھا اس کا انتقال ہو گیا ہے۔

۞9۞ آیت اللہ الشیخ محمود قانصو العاملی نے اس معصومہ کی شہادت کا تذکرہ کیا اور انکا نام "رقیہ" لکھا اور فرماتے ہیں کہ انکا مزار شام میں ہی ہے۔

حوالہ: [مابعد کربلا ص 93]



كشفت الغطاء عن الرأس الشريف ارتفع صوت نساء آل محمد صلى الله عليه وآله بالبكاء والعويل، وأما رقية فلم يهدأ صراخها حتى فارقت روحها بدنها، فأحضروا لها مغسلة لتجهزها فلما رأت أضلاع رقية زرقاً تمنعت من غسلها، توهمت أن بها مرض أو علة، أجابتها زينب عليها السلام أن زرقة أضلاعها من ضرب السياط، جهزوها ودفنوها في تلك الخربة، ومرقدها الآن مزار معروف في ناحية الشام قريباً من المسجد الكبير المعروف بالمسجد الأموي.

٣٣- تبدل سياسة يزيد:

وروى بعضهم أن يزيد أنزلهن في داره الخاصة فما كان يتغدى ولا يتعشى حتى يحضر علي بن الحسين عليه السلام.

وفي خبر آخر أن يزيد أدخلهن داره فأقمن المناحة على الحسين عليه السلام ثلاثة أيام، والله العالم.

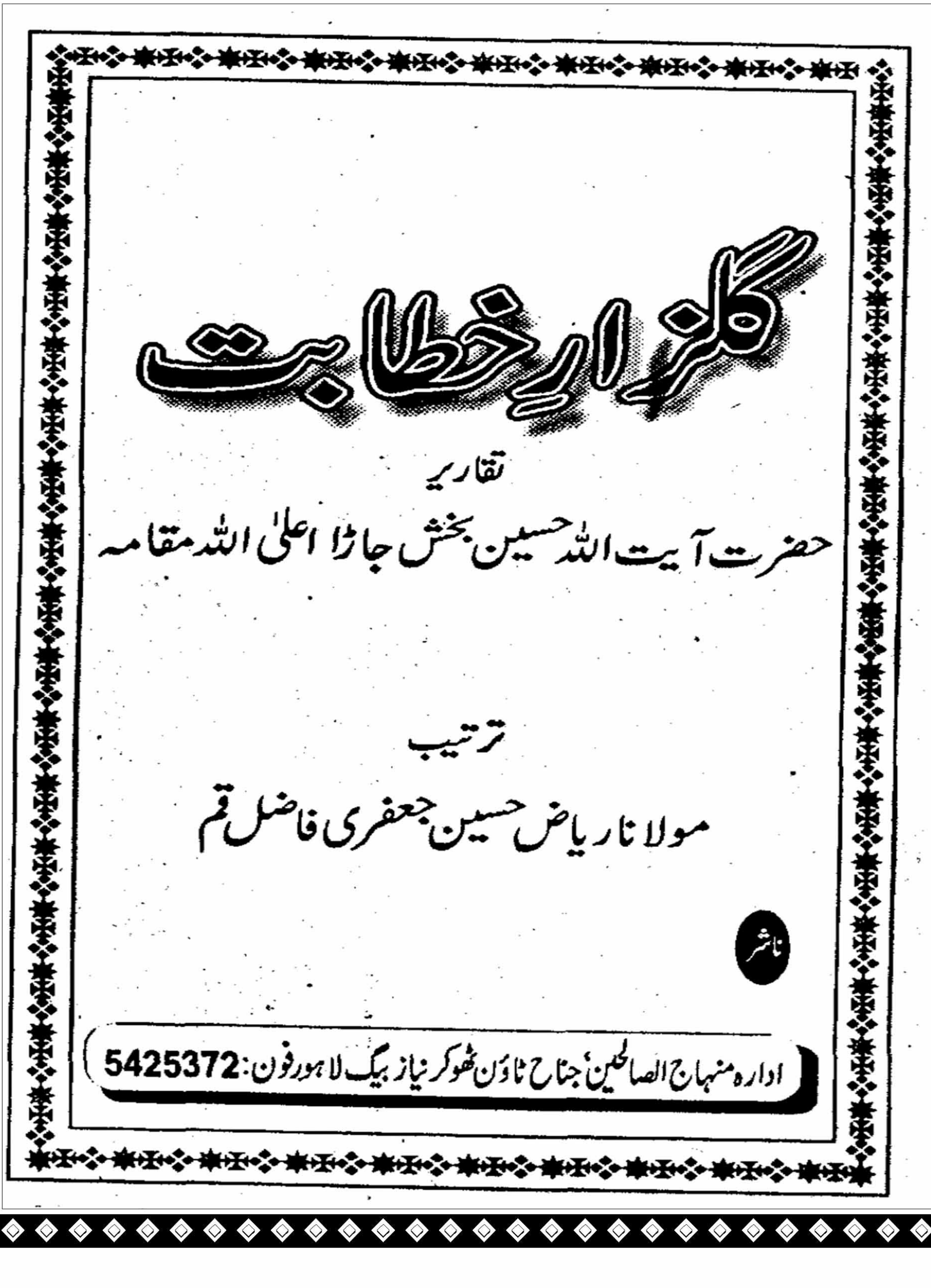
وإذا صدق هذا الخبر وما يشبهه من الأخبار التي تحدثت عن إظهار يزيد لبعض العطف على السبايا، فلعل الظاهر الذي يقتضيه الجمع بين خبر حبسهن وأذيتهن وخبر استضافتهن وإكرامهن هو أن يزيد لعنه الله كان في بادئ الأمر قد سجنهن وضيّق عليهن وسعى في إذلالهن وإهانتهن يريد بذلك إفراغ لؤمه وكيده وإبراز نصره النهائي على أهل بيت محمد صلى الله عليه وآله للجميع، ولكنه لما رأى أن صنيعه المرذول هذا لم يلق استحساناً لدى شيوخ قريش وسادات أهل الشام بل وعموم أهل الحل والعقل، بل رأوه عملاً قبيحاً مستنكراً مستهجناً، بل كان عمله هذا مستقبحا حتى من زوجاته ونساء داره، فلذا اضطر يزيد أن يعدل عن هذه السياسة وهذا الصنيع إلى ما هو أولى به وأليق في أنظار مشايخ العرب، فعدل من إهانتهن إلى إكرامهن ومن سجنهن إلى إستضافتهن وصار لا يتغدى ولا يتعشى حتى يحضر علي بن الحسين عليه السلام على ما نقله البعض.

ولعل هذه العناية الزائدة بالإمام السجاد عليه السلام تعمدها يزيد لأجل استجلاب محبة الإمام عليه السلام وصلحه كي يأمن بوائق الزمن الآتي.

والذي يؤيد تحقق تبدل في سياسة يزيد مضافاً إلى ما قدمناه الخبر الذي يقول أنه استشار أهل الشام فيما يصنع بسباياً آل محمد صلى الله عليه وآله، فقال له بعضهم: لا تتخذ من كلب سوء جروا!!، فقال له آخرون ومنهم النعمان بن بشير: أنظر ما كان الرسول صلى الله عليه وآله يصنعه بهم فانصنعه بهم.

۞10۞ محمد حسین ڈھکو صاحب کے ممدوح مجتہد علامہ حسین بخش جاڑا صاحب بھی معصومہ کی شہادت لکھتے ہیں لیکن نام درج نہیں کیا۔

حوالہ: [گلزار خطابت ص 264 اردو]



گلزارِ خطابت

تقاریر

حضرت آیت اللہ حسین بخش جاڑا اعلی اللہ مقامہ

ترتیب

مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین، جناح ٹاؤن ٹھوکر نیاز بیگ لاہور فون: 5425372

264

اسے میرے سینہ پر سلا دو۔ شاید بابا کا سینہ سمجھ کر خاموش ہو جائے۔

چنانچہ سجادؑ زمین پر لیٹے اور بچی کو اوپر سلایا گیا۔ کچھ دیر تک تو بچی خاموش رہیں لیکن پھر اٹھ بیٹھیں اور حضرت سجاد کی داڑھی میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔ پس رو کر عرض کی بھائی جان! آپ تو میرے بھائی سجاد ہیں۔ آپ مجھے کیوں نہیں بتاتے کہ میرے بابا حسین کہاں گئے۔

چنانچہ دن رات رونے والی بچی کی رپورٹ ہوئی کہ وہ ہر وقت روتی ہے تو یزید نے طشت طلا میں حسین کا سر رکھ کر اوپر رومال ڈالا اور اس بچی کے سامنے طشت میں رکھ کر پوچھا گیا۔ بی بی بتاؤ اس سر والے کو پہچانتی ہو؟ جب بچی نے دیکھا کہ یہ تو میرے بابا کا سر ہے۔ فوراً سر کے اوپر منہ رکھ لیا اور کہا بابا جان!

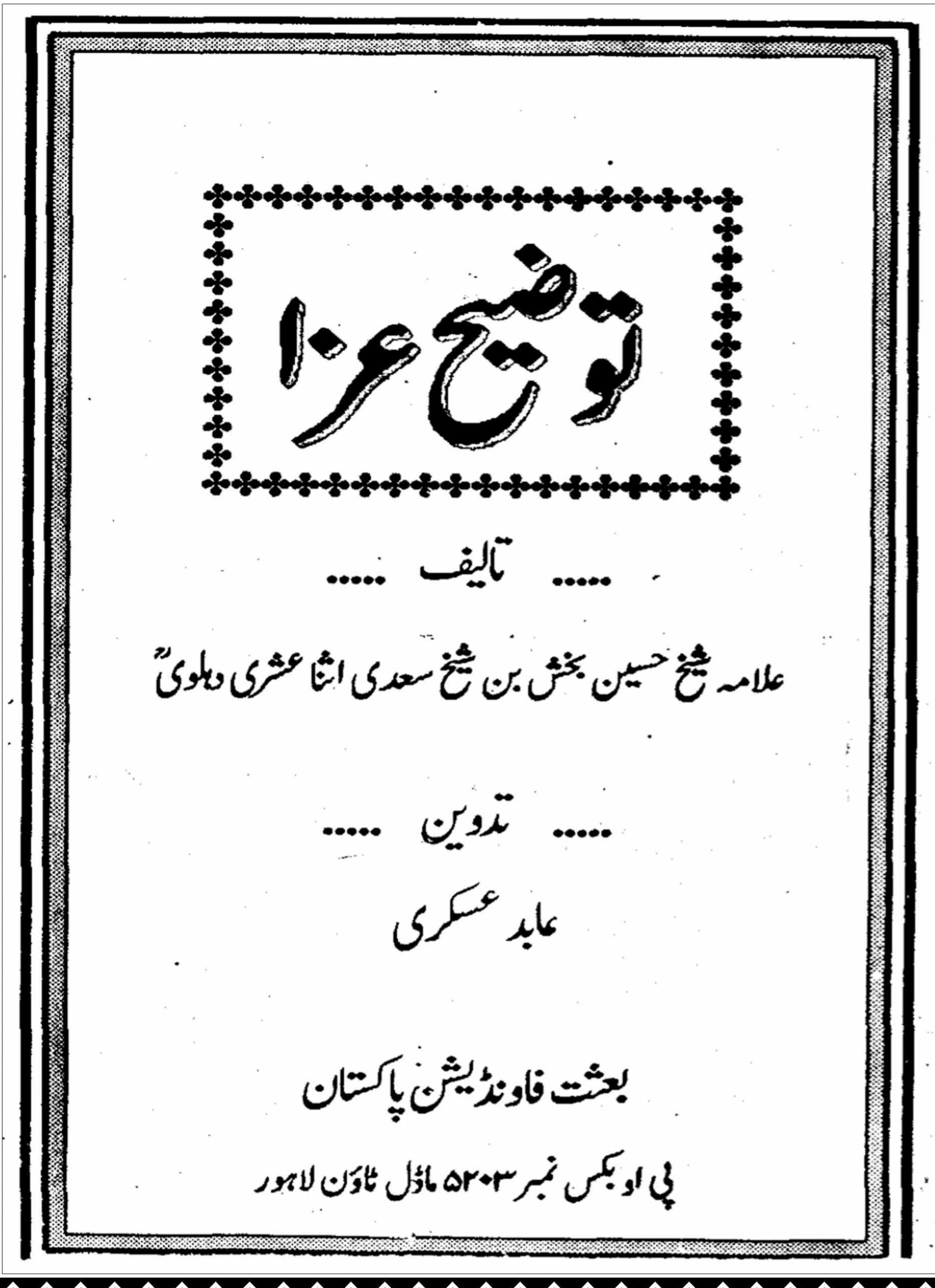
مجھے ظالموں میں چھوڑ کر آپ کہاں چلے گئے؟ اور آپ کی ان نازنین رگوں کو کس ظالم نے تیغ جفا سے کاٹا؟ کس نے تیری ریش اقدس کو خون سے رنگین کیا؟ ہائے اس کو میری کمسنی پر رحم نہ آیا۔ ہائے اس کو میری یتیمی پر ترس نہ آیا۔ اس نے اس قدر رونا شروع کر دیا کہ ہچکی بندھ گئی جب کچھ دیر کے بعد ہچکی رکی اور رونے کی آواز بند ہوئی تو نبض پر ہاتھ رکھا گیا بچی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعُون

❀……❀……❀

۞11۞ علامہ حسین بخش دہلوی نے معصومہ کی شہادت کو ذکر کیا ہے اور نام "سکینہ" ہی لکھا ہے۔

حوالہ: [توضیح العزاء ص مجلس 70 ص 627 اردو]



توضیح عزا

..... تالیف .....

علامہ شیخ حسین بخش بن شیخ سعدی اثنا عشری دہلوی ؒ

..... تدوین .....

عابد عسکری

بعثت فاونڈیشن پاکستان

پی او بکس نمبر ۵۲۰۳ ماڈل ٹاؤن لاہور

618

مجلس نمبر ۷

قید خانہ کی کیفیت امام سجادؑ کی زبانی' منہال کا امام زین العابدینؑ کی مصیبت کو دیکھ کر گریہ کرنا' قید خانہ میں جناب سکینہ بنت الحسینؑ کی وفات اور سکینہؑ کے فراق میں بی بیوں کا قیامت خیز ماتم اور گریہ وبکا کرنا

627

تھا کہ آپ کو ظالموں نے شہید کیا اور ہمیں بے وارث اور بے سرپرست کر دیا۔

تَبْكِي وَ تَلْطِمُ وَجْهَهَا وَخُدُودَهَا
وَعُيُونُهَا تَجْرِيْ دَمًا وَتَقْطُرِيْ

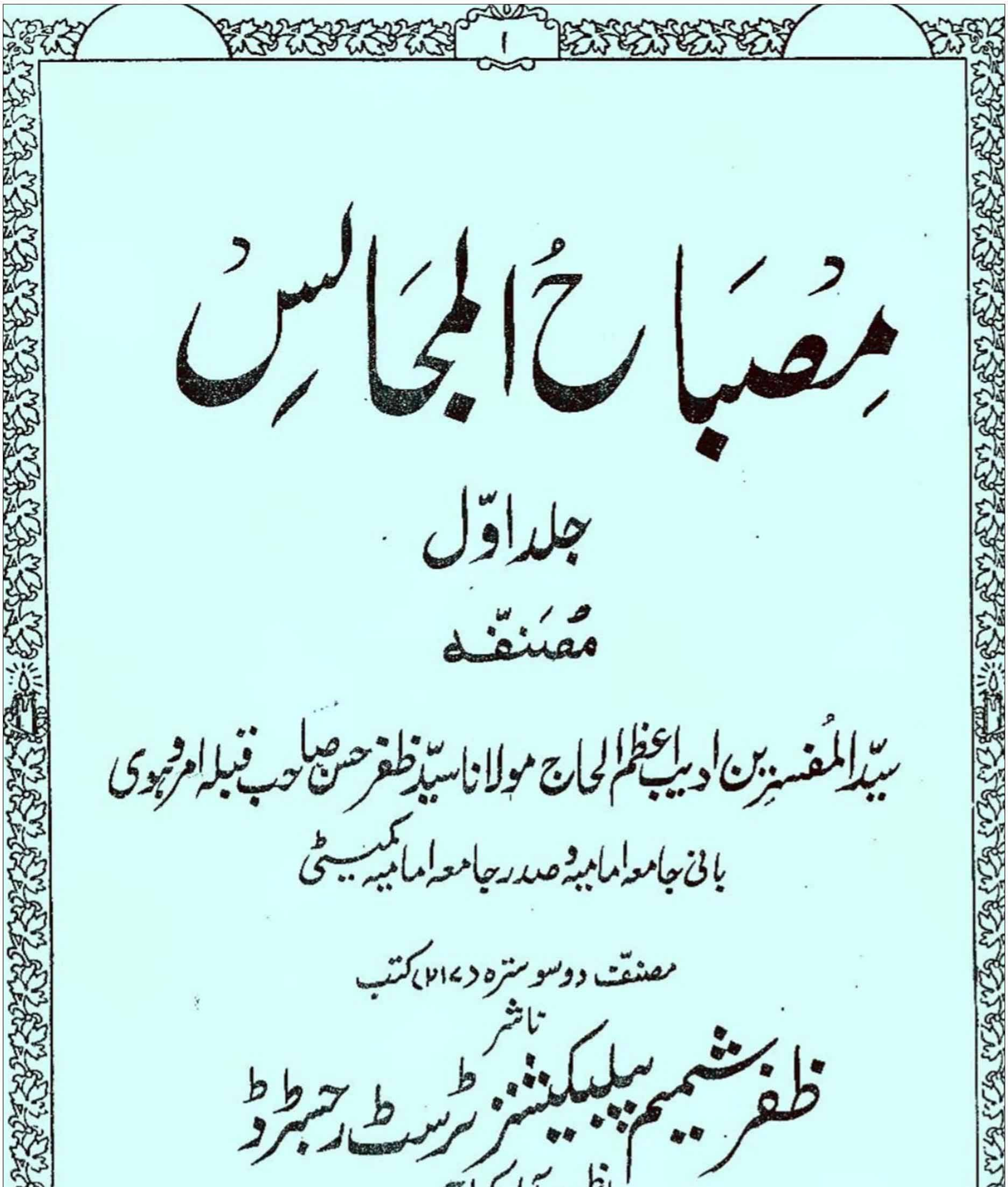
حَتَّى تَضَعَ فَمَهَا عَلَى فَمِهِ فَقَدْ
خَرَّتْ عَلَيْهِ وَلَمْ تَزَلْ فِيْ سَكْرَةٍ

پس وہ دختر یتیم اپنے باپ کے سر کو گود میں لئے ہوئے اپنا منہ پیٹتی اور روتی تھی یہاں تک کہ روتے روتے اپنا منہ باپ کے منہ پر رکھ کر چپ ہو گئی اور غش آگیا فَلَمَّا سَكَتَتْ فَوْرَتُهَا حَرَّكُوْهَا عَلِمُوْا اَنَّ رُوْحَهَا قَدْ فَارَقَتْ بِيْنَ جَسَدِهَا فَلَطَمَتْ خُدُوْدَهَا عَمَّاتُهَا وَاُمَّهَا فَقَامَتِ الْقِيَامَةُ فِي الْمَجْلِسِ پس جب بہت دیر تک اس شہزادی کے رونے کی آواز کسی نے نہ سنی سب نے یہ سمجھا کہ شاید اس بچی کو کچھ تسکین ہوئی لیکن جب تھوڑی دیر کے بعد بی بیوں نے ہاتھ پکڑ کر ہلایا تو معلوم ہوا کہ وہ یتیم بچی دنیا سے رحلت کر گئی اور اپنے باپ سے ملحق ہوئی پس سب بی بیوں نے اپنے بال کھولے اور اس بچی کی لاش کے اردگرد سب نے حلقہ کیا اور پیٹنا شروع کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم کہ اس وقت قید خانہ میں گریہ و ماتم کا ایسا شور بلند ہوا کہ مشرق سے مغرب تک اس طرح کا ماتم تمام عالم میں کہیں نہ بپا ہوا اور نہ ہو گا اور جو کچھ قیامت اس معصومہ کی تجہیز و تکفین کے وقت بپا ہوئی کسی کی کیا مجال ہے کہ اس کو بیان کر سکے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

۞ 12 ۞ سید المفسرین جناب سید ظفر حسن صاحب نے "سکینہ" کے نام سے اس معصومہ کی شہادت کا ذکر کیا۔

حوالہ : [مصباح المجالس جلد 1 ص 392 اردو]



۱

مِصباح المجالس

جلد اوّل

مصنّفہ

سیّد المفسرین ادیب اعظم الحاج مولانا سیّد ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی

بانی جامعہ امامیہ و صدر جامعہ امامیہ کمیٹی

مصنف دوسو سترہ (۲۱۷) کتب

ناشر

ظفر شمیم پبلیکیشنز ٹرسٹ رجسٹرڈ

ناظم آباد کراچی

مار کر رونے لگا۔ اور پھر سلامِ آخر بجا لا کر روانہ ہوا۔

منقول ہے کہ ایک روز امام زین العابدین علیہ السلام نے دیکھا کہ جناب زینب ؑ بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہیں۔ آپ بے چین ہو گئے اور قریب جا کر فرمایا۔

"اے پھوپھی اماں مجھے زندگی میں پہلا موقع ہے کہ آپ جیسی عاشقِ خدا بی بی کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے سخت سے سخت علالت میں بھی بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی۔ فرمائیے اس کا کیا سبب ہے؟" فرمایا۔

"بیٹا اس کا سبب نہ پوچھو تم سے نہ سنا جائے گا۔"

فرمایا، نہیں میں سننا چاہتا ہوں۔ جب جناب زینب ؑ مجبور ہوئیں تو جناب اُمِّ کلثوم ؑ سے فرمایا "بہن تم ذرا بیمار بھتیجے کا بازو پکڑ لو ایسا نہ ہو کہ غش کھا جائیں اس کے بعد آپ ؑ نے فرمایا۔

"سنو بیٹا جو کھانا یزید کے یہاں سے ہم اسیروں کے لیے آتا ہے وہ مقدار میں اتنا کم ہوتا ہے کہ کسی طرح کافی نہیں ہوتا۔ آج تک میں اپنے حصہ کا کھانا بچوں کو کھلاتی رہی ہوں۔ بیٹا جب تک بدن میں جان رہی کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ اب اس پر قادر نہیں۔" یہ سننا تھا کہ بیمارِ کربلا آہ کا نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ اولادِ رسول ؐ کے ستانے میں ان ظالموں نے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔

چونکہ یہ زندان محل یزید کے قریب تھا اس لیے ان بیکس قیدیوں کو بلند آواز سے رونے کی اجازت نہ تھی۔ آہ ناز داد کے پلے بچے اس زندان کی تاریکی میں کیسے گھبراتے ہوں گے۔ آب سرد پینے اور تازہ ہوا کھانے کو ترس گئے تھے۔ ان بچوں میں سب سے زیادہ تباہ حال جناب سکینہ ؑ کا تھا۔ آہ ! باپ کی چھاتی پر سونے والی بچی جب رات کو خاک پر سوتی تھی اور اپنے باپ کی یاد میں بلبلا کر روتی تھی تو سیدانیاں تڑپ جاتی تھیں جناب زینب ؑ دل بہلانے کے لیے کربلا کی کہانی سناتی تھیں۔

ایک روز سکینہ ؑ یادِ پدر میں بہت بے چین تھیں اور بار بار جناب زینب سے کہتی تھیں۔ بابا جان کو بلاؤ ہائے مجھے اس زنداں میں چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔ اسی حالت میں نیند آ گئی۔ خواب میں امام علیہ السلام کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگیں۔

جناب زینب ؑ نے پوچھا "بیٹی کیا دیکھتی ہو۔؟"

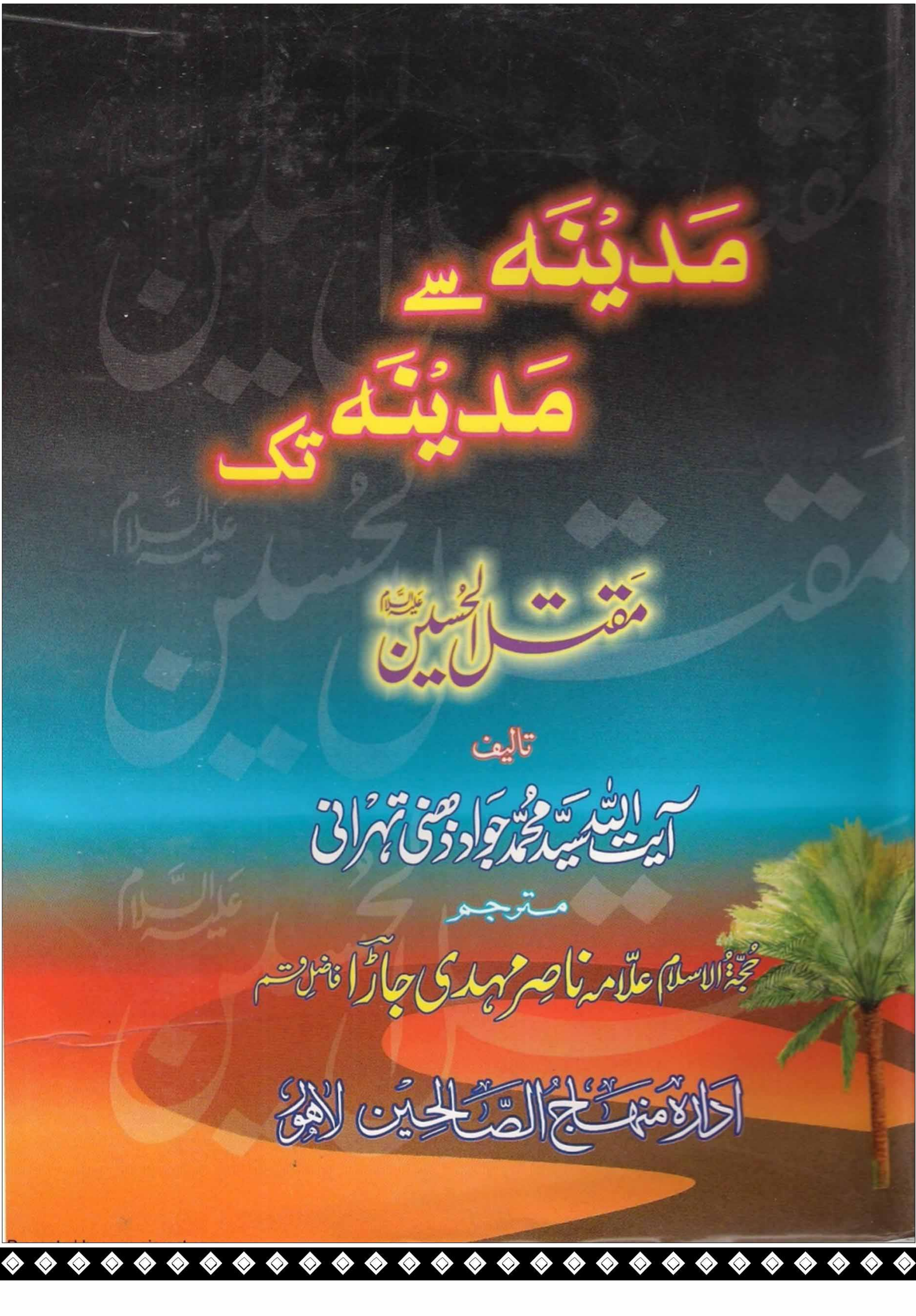
تو رو رو کر کہنے لگیں۔ "ہائے میرے بابا جان کہاں چلے گئے ابھی تو یہاں تھے۔ مجھے چھاتی سے لگا کر کہہ رہے تھے۔ "سکینہ گھبراؤ مت۔ تمہاری مصیبت کا زمانہ ختم ہوا۔ کل رات تم ہمارے پاس ہو گی۔ یہ سُن کر سیدانیوں میں ایک کہرام بپا تھا۔ اور سب نے سمجھ لیا کہ سکینہ سے دائمی جدائی ہے۔ چنانچہ اسی رات کو اس یتیم حسین ؑ نے

انتہائی مصائب و آلام برداشت کر کے زندانِ شام میں انتقال کیا۔ اس وقت بیکس سیدانیوں پر کیا گزری ہوگی۔ کس کی طاقت ہے کہ اسے بیان کرے۔ زندان میں ایک کہرام بپا تھا۔ جب یزید کو اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی کنیز کے ذریعے پیغام بھیجا کہ کفن و دفن کا جو سامان درکار ہو منگالو۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہمیں تجھ سے مدد لینے کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک چھوٹی سی قبر کی جگہ درکار ہے۔ چنانچہ حضرتؑ نے اسی خون بھرے کرتے میں اس امانت حسینؑ کو سپردِ خاک کر دیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۝ ۱۱/۱۸ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝ ۲۶/۲۲۷

۞13۞ آیت اللہ سید جواد ذہنی طہرانی نے اس شہیدہ معصومہ کا نام "فاطمہ" لکھا ہے۔

حوالہ: [مدینہ سے مدینہ تک ص 547 اردو]



رفتار رُک گئی اور پھر ہوش میں نہ آئیں"۔

فَحرّکُوھا فَإذَا ھِیَ قَد فَارقَت رُوحھا الدُّنیَا "جب بی بی کی نبض پر ہاتھ رکھا گیا اور بلایا گیا تو سب نے کہا:

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

پس اہلِ بیتؑ کے غم میں شدت آ گئی اور اس قدر غم واندوہ وگریہ وزاری ہوئی کہ تمام ہمسائیوں کو پتہ چل گیا کہ کوئی بڑی مصیبت آئی ہے۔ سب ہمسائے دوڑ کر دروازۂ خرابہ پر آئے تا کہ معلوم کریں کہ کیوں یہ سب رو رہے ہیں اور مثلِ روزِ عاشور عزاداری کیوں ہو رہی ہے؟

ہمسایہ کی عورتیں غسالہ عورت کو لائیں، کافور و کفن لائیں، چراغ لائیں، غسل کے لیے تختہ لائیں۔

غسالہ عورت سے جنابِ زینبؑ کا زبانِ حال میں خطاب

جب معصومہ کو تخت پر لٹایا گیا کہ غسل دیا جائے تو بی بی زینبؑ نے زبانِ حال سے فرمایا ہوگا: اے غسالہ! اس یتیم بچی کو خدا کی خوشنودی کے لیے غسل دے دے اور یہ خیال نہ کرنا کہ یہ اہلِ روم سے ہے کہ جن کو غسل دینا تیرے لیے بعید ہے۔ یہ عالمین کے سرور امام حسینؑ کے سینے کا تعویذ ہے اور اس کا نام فاطمہؑ ہے۔ اس کے پاؤں کے زخم دیکھ کر حیران نہ ہونا کیونکہ ظالموں نے اسے کانٹوں پر چلنے پر مجبور کیا اور اس کے جسم پر جو نیلے داغ نظر آئیں تو سمجھ لینا کہ ظالموں کے تازیانوں اور طمانچوں کے نشانات ہیں۔ اور جو زخم کندھے پر دیکھ رہی ہو اس نیزے کے زخم ہیں جو اسے رونے سے روکنے کے لیے لگائے جاتے تھے۔ اور کانوں سے جو خون بہہ رہا ہے وہ اس کے کانوں سے ظلم کے ساتھ دُرّ اتارنے کی وجہ سے ہے۔

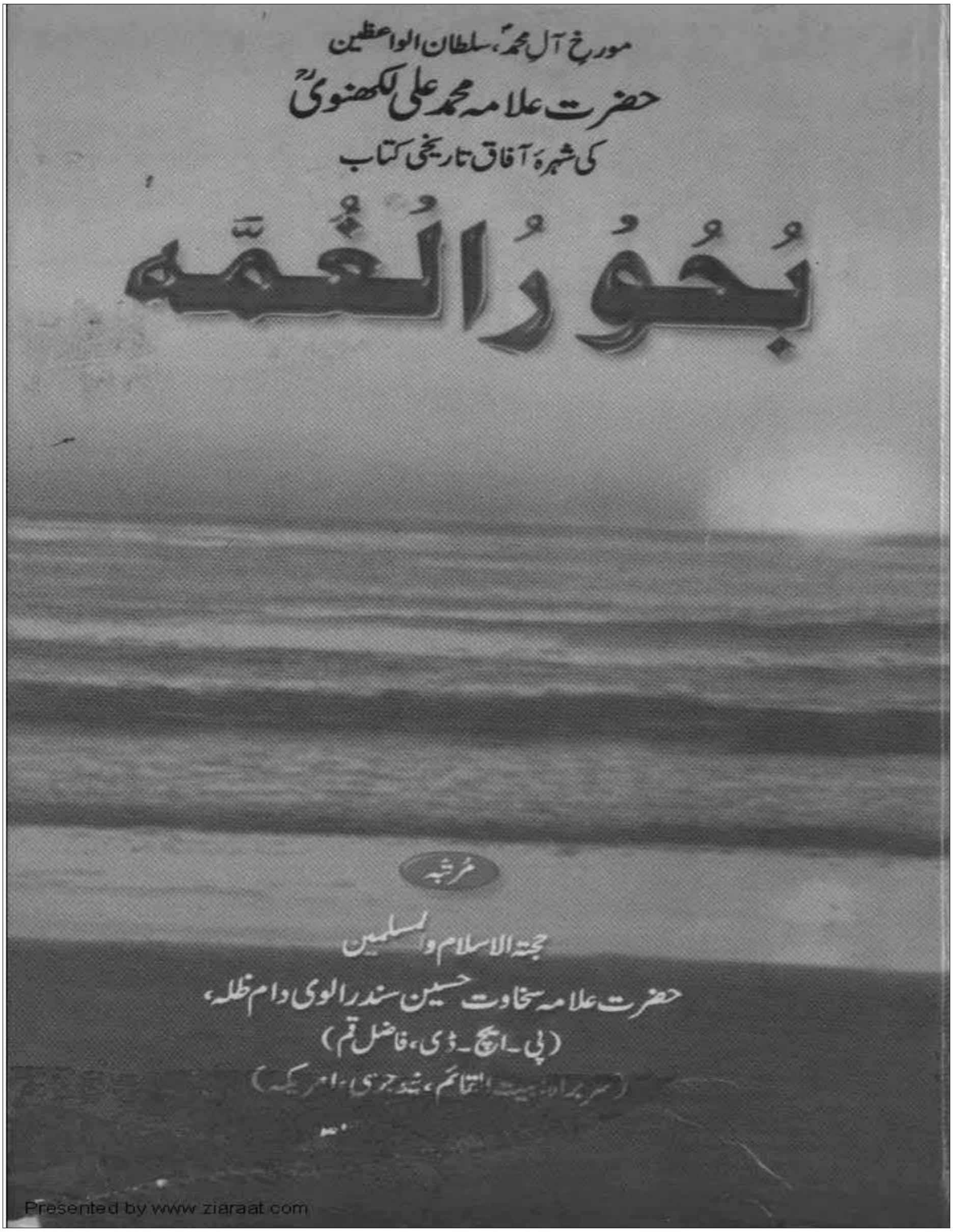
غسالہ غسل دینے میں مصروف ہوگئی اور مستوراتِ اہلِ بیتؑ ماتم کر رہی تھیں۔ غسل کے بعد اسی پہنے ہوئے پیراہن کو کفن بنایا گیا اور اس بچی کو اسی خرابۂ زندان میں دفن کر دیا گیا۔ جب بی بی زینبؑ قید سے چھوٹیں اور اہلِ بیتؑ وطن واپسی کے لیے تیار ہوئے تو جنابِ زینبؑ کبریٰ نے زندان کے دروازے پر آ کر محمل سے سر باہر نکالا اور شامی عورتوں سے فرمایا: ہماری ایک امانت اس زندان میں ہے، تمہیں اس کی جان کی قسم کبھی کبھی اس کی قبر پر ضرور حاضری دینا، ان کی قبر پر پانی چھڑکنا اور چراغ روشن کرنا۔

مزید مرثیہ بہ زبانِ حال

اے اہلِ شام! میں لہولہو دل اور برستی آنکھوں سے تمہارے شہر سے جا رہی ہوں۔ تمہاری بے وفائی کی حد تھی کہ امام حسینؑ کے قتل ہونے کے بعد تم نے خوشیاں منائیں اور مہندی لگائی۔ جن بیبیوں کے گھروں کا دربان جبرئیلؑ تھا ان کو اسے

14 سلطان الواعظین جناب علامہ محمد علی لکھنوی نے معصومہ کی شہادت کا ذکر کیا اور "سکینہ" نام لکھا۔

حوالہ : [بحور الغمہ ص 727]



پھر اپنا منہ آپؑ کے دہن مبارک پر رکھ کر اس بیتابی سے روئی کہ آخر بیہوش ہو گئی۔

جب دیر ہوئی، بیبیوں نے چاہا کہ سکینہؑ کو باپؑ کے سر سے جدا کریں، جب اہل حرم نے اُسے حرکت دی تو دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے ہیں۔ سمجھیں کہ جنت میں اپنے باپؑ کے پاس سدھار گئیں۔

یہ دیکھ کر اہل بیتؑ میں ایسا کہرام برپا ہوا اور اس درد سے روئے کہ اہل شہر اُن کے بین سن کر اپنے گھروں میں رونے لگے۔ جب یزید لعین نے اُس یتیم کی وفات کی خبر سنی تو ایک چادر کہنہ کفن کیلئے بھیج دی۔

پس بروایت زاد العاقبۃ اہل حرم محترم نے جنابِ سکینہؑ کی وصیت کے مطابق وہ چادر واپس کی اور کہلا بھیجا کہ ہمارے اسبابِ غارت شدہ سے ایک چادر جنابِ فاطمہؑ زہرا کی بھیج دے کہ پوتی کو دادی کے تبرک سے خلعتِ آخری دیں۔

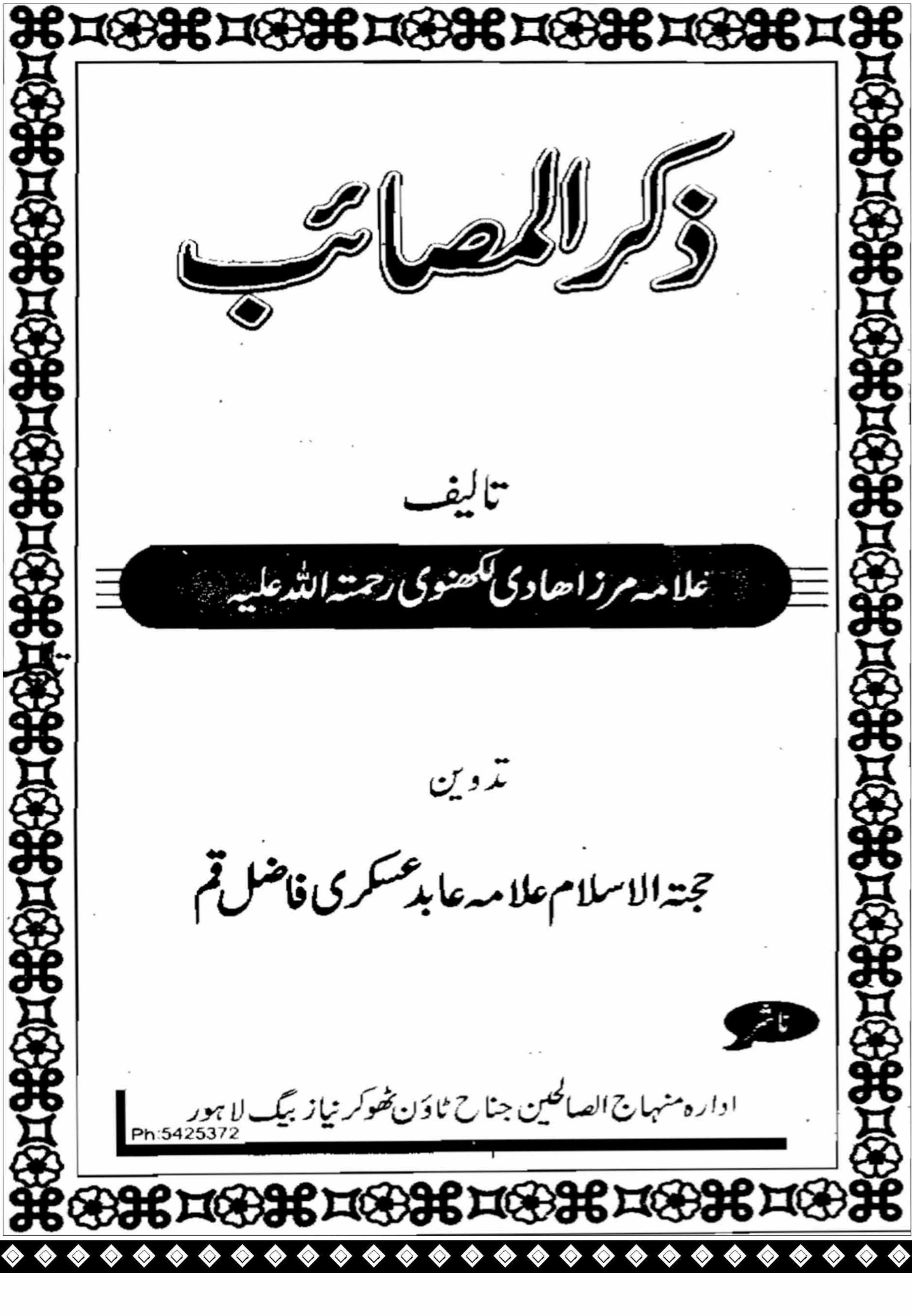
مگر اُس شقی نے وہ چادر نہ بھیجی۔ اب بتایئے کہ اُس وقت اہل بیتؑ رسولؐ کیا کرتے، کہاں سے کفن لاتے اور سامان مہیا کرتے؟ اگر اپنا شہر ہوتا تو عمدہ کفن دیتے، چھوٹا سا تابوت بنواتے۔ پردیس میں ایسے لٹے تھے کہ کسی بی بی کے پاس چادر و مقنعہ تک نہ بچا تھا جو اُس وقت کام آتا۔ ناچار اُس بچی کو اُسی کے پھٹے ہوئے کرتے سے کفن دے کر دفن کر دیا۔

مقتل احمد بن عصفور میں منقول ہے کہ لشکر یزید نے یہ معمول کیا تھا کہ اُسرائے اہل بیتؑ کو تیسرے روز پانی دیتے تھے اور یہی دستور اُن ملاعین کا زندانِ شام میں بھی جاری رہا۔ جب جنابِ سکینہؑ نے انتقال کیا تو امام زین العابدینؑ نے کہلا بھیجا کہ اے یزید! اپنی بہن کی تجہیز و تکفین میں تجھ سے کوئی اعانت نہیں چاہتا مگر اس قدر کہ تین روز کا پانی بھجوا دے تا کہ اپنی بہن کو اُس سے غسل دے سکوں اور نو روز تک پانی پھر تجھ سے طلب نہ کریں گے۔

ایک اور روایت میں منقول ہے کہ جب اُس صاحبزادیؑ کو غسل دینے لگے تو

۞15۞ علامہ مرزا ہادی لکھنوی نے معصومہ کی شہادت لکھی اور نام "سکینہ" ہی لکھا۔

حوالہ: [ذکرالمصائب ص596]



ذکرالمصائب

تالیف

علامہ مرزا ھادی لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ

تدوین

حجتہ الاسلام علامہ عابد عسکری فاضل قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین جناح ٹاؤن ٹھوکر نیاز بیگ لاہور
Ph:5425372

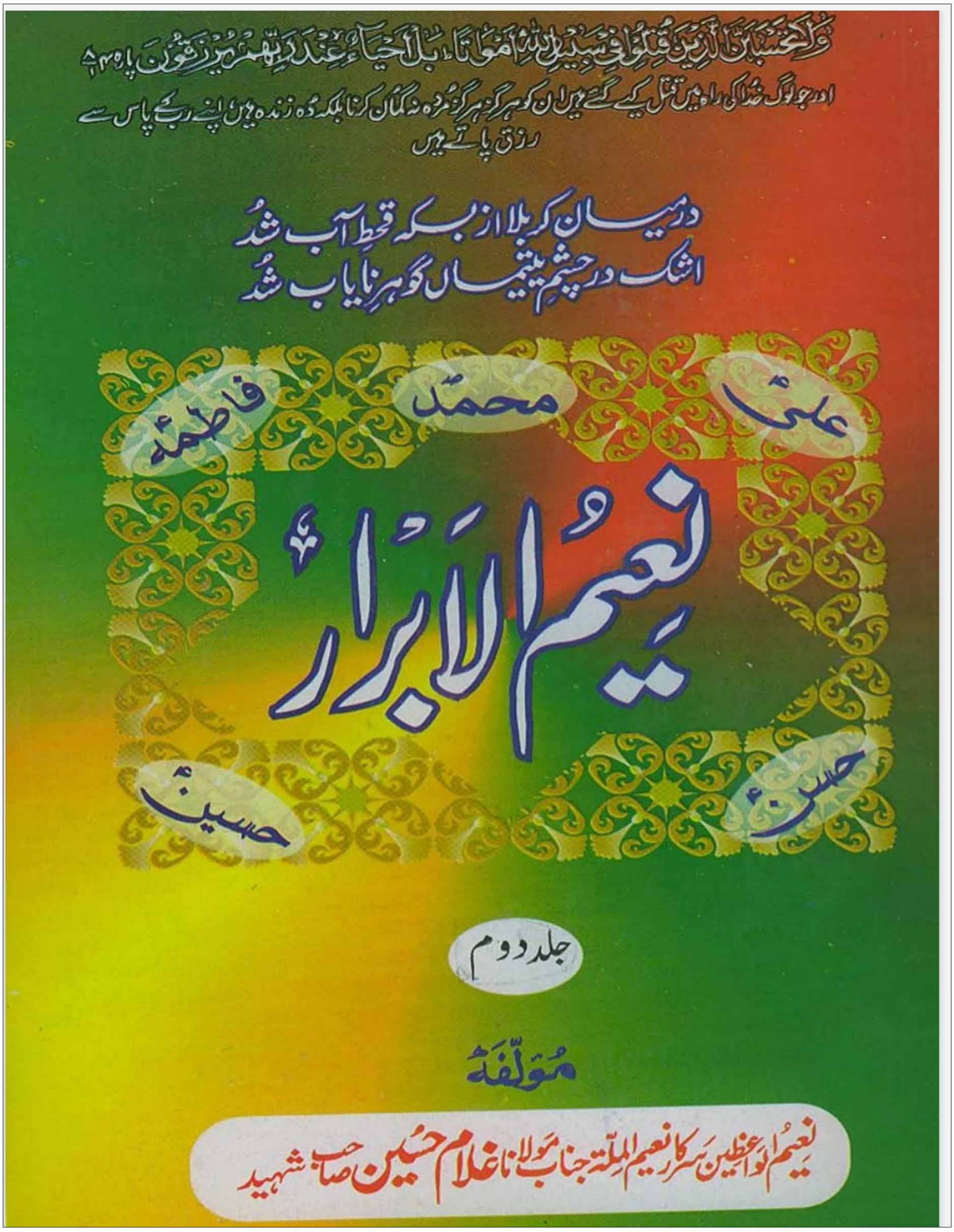
596

اَبَتَاهُ مَنْ ذَاالَّذِیْ اَیْتَمَنِیْ عَلٰی صِغْرِسَنِی ہائے بابا کس بے رحم نے مجھے چھوٹی سی عمر میں یتیم کیا ہے اور آپ کے بعد کون ہمیں سہارا دے گا۔ اَبَتَاهُ مَنْ لِلنِّسَاءِ الْخَاسِرَاتِ وَمَنْ لِلْاَرَمِلِ الْمُبِیَاتِ اے بابا کون ہے ان مظلوم ترین بیبیوں کا جو ان کی سرپرستی کرے یَا اَبَتَاهُ لَیْتَنِیْ كُنْتُ قَبْلَ هٰذَا الْيَوْمِ عُمْيًا کاش میں اندھی ہوتی اور آپ کے سر اقدس کو اس حالت میں نہ دیکھتی پھر بی بی نے اپنا ننھا سا چہرہ اپنے بابا کے چہرے پر رکھ دیا۔

وَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا حَتّٰی غُشِيَتْ عَلَيْهَا اور اس بیتابی سے روئی کہ آخر بے ہوش ہوگئی اہل حرم نے چاہا سکینہؑ کو امام حسینؑ کے سر مبارک سے جدا کر لیں۔ فَلَمَّا حَرَّكُوْهَا فَاِذَا قَدْ فَارَقَتْ رُوْحُهَا الدُّنْيَا جب اہل حرم نے اسے ہلا کر دی دیکھا کہ اس بچی کی روح اقدس گلشن جنت کی طرف پرواز کر گئی ہے۔ اَنَّا لِلّٰهِ وَاَنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ سکینہؑ مرگئی حسینؑ سینے پر سونے والی معصومہ سب بیبیوں کو روتا ہوا چھوڑ کر چلی گئی۔ بابا حسینؑ نے چچا غازی بھائی اکبرؑ بھائی قاسمؑ بھائی علی اصغرؑ بھائی عون محمدؑ'' کو یاد کر کے ماتم کرنے والی' یتیم سکینہؑ'' اپنے درناک بین سے سلطنت یزید کے در و دیوار کو ہلانے والی ننھی مجاہدہ انتقال کرگئی ہے' ہائے غربت ہائے پردیس' ہائے یتیمی' ہائے اسیری' سکینہؑ اپنے بابا کے پاس چلی گئی شاید اس لئے سکینہؑ کو حسینؑ کے بغیر اور حسینؑ کو سکینہؑ کے بغیر چین نہ آتا تھا' سکینہؑ کی میت پر اہل بیتؑ بہت روئے اور اس بیتابی سے روتے تھے کہ تمام اہل شہر ان کے رونے سے روتے تھے۔

16۞ ۞ وکیل آل محمد جناب علامہ غلام حسین نجفی شہید نے بھی شہادت لکھی اور نام "سکینہ" ہی لکھا۔

حوالہ : [نعیم الابرار جلد 2 ص 29]

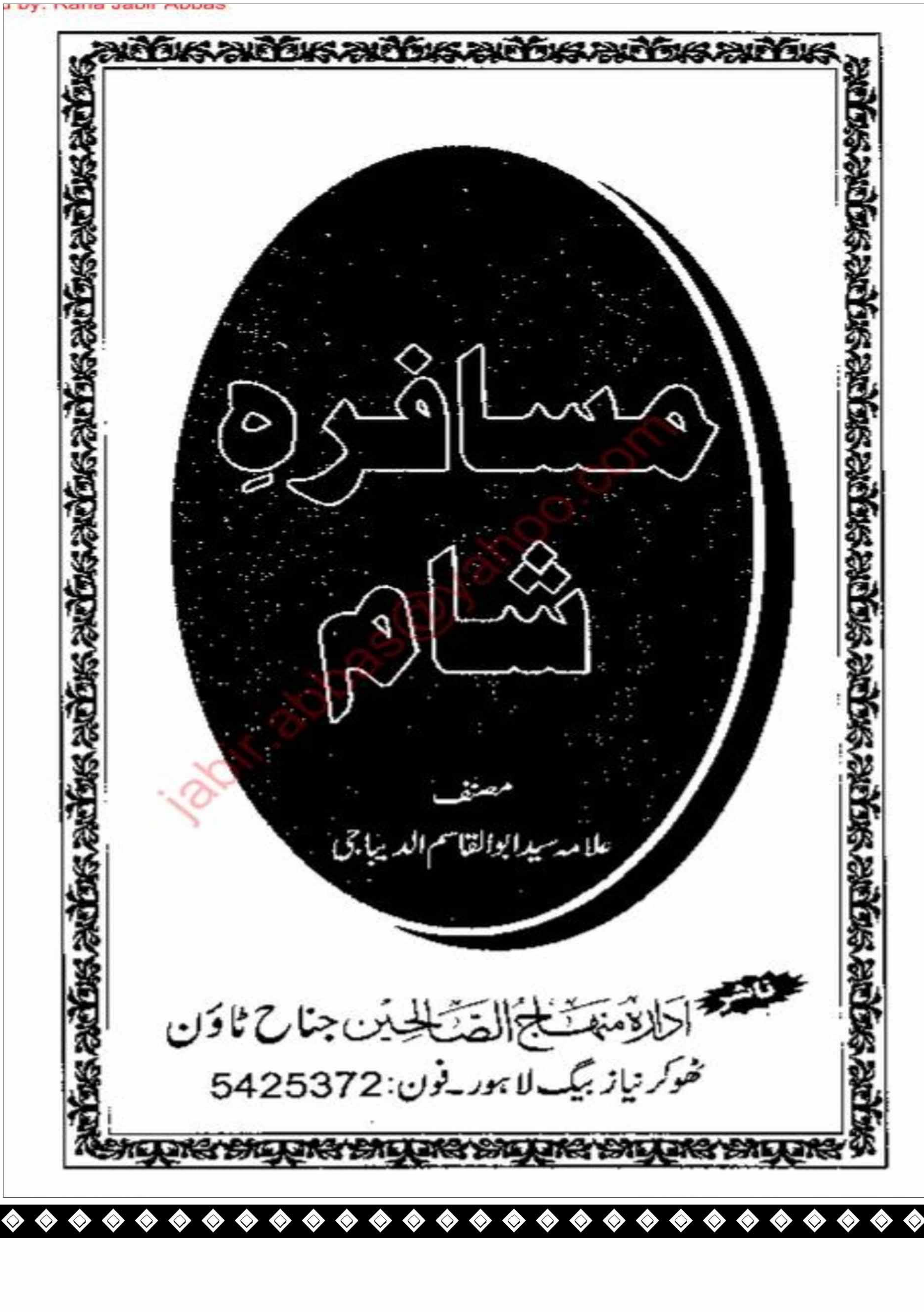


بڑھ کر بہن کی نبض پہ ہاتھ رکھا اور آواز دے کر پکارا سیّدانیو قریب آجاؤ میری یتیم بہن انتقال کر گئی۔ اب کیا تھا زندان میں کہرام مچا اور ہائے سکینہ ہائے سکینہ کے بین شروع ہوئے مصباح المجالس جلد ا ص۲۷۲ اب میرا عزاداروں سے ایک سوال ہے کہ آپ لوگوں میں کافی حضرات زائر بھی ہوں گے۔ آپ لوگوں نے شام کا سفر بھی کیا ہوگا آپ حضرات نے شام کے قبرستان میں جناب سکینہ بنت الحسین کا روضہ بھی دیکھا ہوگا اور زندان میں بھی گئے ہوں گے۔ ذرا حساب لگا کر تو بتایئے کہ زندان اور جناب سکینہ کے روضہ میں کتنا فاصلہ ہے جب آپ تصور فرمالیں تو بتائیں جناب سکینہ کو کفن کس کپڑے سے ملا۔ اور جنازے کے ساتھ کتنے آدمی تھے اور اگر اکیلے سجاد ہی تھے تو جس انسان کے ہاتھ بندھے ہوں اس نے جنازہ کس طرح اٹھایا ہوگا۔ میں یہی سنتا ہوں کہ سکینہ کا کفن اُن کا پرانا کرتہ بنا، غسل کے وقت جب لاش پر پانی ڈالا گیا تھا تو تعجب نہیں کہ لاش سے آواز آئی ہو کہ میری لاش پر پانی نہ ڈالنا، میرا ویرا اصغرؑ پیاسا مارا گیا، کہتے ہیں کہ پھر سجادؑ نے بہن کا جنازہ سر پہ رکھا اور قبرستان میں پہنچ کر کیا دیکھا کہ ایک قبر بنی ہوئی ہے جس سے دو ہاتھ برآمد ہوئے اور آواز آئی بیٹا سجاد میری امانت مجھے دے دو۔ ممکن ہے کہ حضرت سجاد نے دریافت کیا ہو کہ آپ کون ہیں تو آواز آئی ہوگی میں تیری دادی فاطمہؑ زہرا ہوں۔ بیٹا جب سے تیرے بابا نے مدینہ چھوڑا تو میں نے بقیع چھوڑ دیا۔ بیٹا جہاں زینبؑ جائے گی تو زہراؑ بھی ساتھ ساتھ ہوگی۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ پارہ ۱۹ ع ۱۵۔

---

17 علامہ سید ابو القاسم الدیباجی لکھتے ہیں کہ مشہور یہی ہے کہ جناب سکینہ اسی قید خانہ میں شہید ہوئی۔

حوالہ: [مسافرہ شام ص 218]



نے چارہ کار اہل بیتؑ کو قید کرنے میں دیکھا اور اہل بیتؑ کو قید کردیا، جہاں انہوں نے تین دن تک امام حسین علیہ السلام کا سوگ منایا اور شہداء کربلا پر گریہ کیا۔ زینبؑ اس عزا خانے کی صاحب عزا تھیں۔ (۲۵۱)

مرحوم صدوق نے روایت کی ہے کہ اہل بیتؑ کو اس طرح قید کردیا گیا تھا کہ نہ وہ کہیں جا سکتے تھے اور نہ کوئی ان سے ملنے آ سکتا تھا۔

شیخ صدوق لکھتے ہیں:

ان يزيد امر بنساء الحسين ، فحبس مع علی بن الحسين في محبس لا يكنهم من حرولا قر ، حتى تقشرت وجوههن

''یزید نے حکم دیا کہ اہل بیتؑ کو قید کردیا جائے، انہیں ایسی جگہ قید کیا گیا جہاں دن کو دھوپ پڑتی اور رات کو اوس جس کی وجہ سے اہل بیت علیہم السلام کے چہروں کی جلد پھٹ گئی تھی۔'' (۲۵۲)

مشہور یہی ہے کہ حضرت سکینہ اسی قید خانے میں شہید ہوئیں۔ اہل بیت کے قید کی مدت کے بارے میں بھی مورخین میں اختلاف ہے۔ اس قید خانے میں اہل بیت کو طرح طرح سے اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب ہمیں شام کے قید خانے میں قید کردیا گیا وہاں بھی ہم پر ہر طرح کی مصیبتیں روا رکھی گئیں، اشقیاء اہل بیتؑ کو کافی غذا نہیں دیتے تھے جس کی وجہ سے بچے بھوکے رہتے اور وہ ہمیشہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے روٹی اور پانی کا مطالبہ کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ شام کی عورتیں اہل بیتؑ کے بچوں کے لیے کھانا لے کر آتی تھیں۔ (۲۵۳)

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو تمام مشکلوں کے علاوہ یہ

۞18۞ شیخ عباس قُمی نے معصومہ کی شہادت کا ذکر کیا لیکن نام کی صراحت نہیں کی۔

حوالہ : [نفس المہموم ص 640]

نفسِ المہموم

مولف

رئیس المحدثین آقائی شیخ عباس قمی اعلی اللہ مقامہٗ

مترجم

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید صفدر حسین نجفی صاحب

اعلی اللہ مقامہٗ

پیش کش، سیّد محمد شیر عبّاس

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ رتّہ متّہ، ضلع جھنگ

شدید میں دیکھا ہے جب خواتین نے یہ سنا تو وہ رونے لگیں اور ان کے ساتھ سب بچے رونے لگے اور واویلا کی صدا بلند ہوئی پس یزید کی نیند اکھڑ گئی اور اس نے کہا کہ کیا بات ہے واقعہ کی جستجو کی گئی تو یہ قصہ اس سے بیان کیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کے باپ کا سر اس کی جانب لے جایا جائے پس سر مبارک لے آئے اور وہ اس کی گود میں رکھ دیا گیا تو اس بچی نے کہا یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا تیرے باپ کا سر ہے پس بچی گھبرا گئی اور چیخ ماری اور بیمار ہوگئی اور انہیں دنوں شام میں فوت ہوگئی

اور یہی روایت بعض تالیفات میں زیادہ تفصیل سے لکھی گئی ہے اور اس میں ہے کہ پس سر مبارک اس کی طرف لے آئے جو ایک دبیقی (سبز رنگ) رومال سے ڈھکا ہوا تھا پس وہ اس کے سامنے رکھا گیا اور اس سے رومال ہٹایا گیا تو اس نے کہا یہ کس کا سر ہے تو انہوں نے کہا یہ تمہارے باپ کا سر ہے پس بچی نے اسے طشت سے اٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور وہ کہہ رہی تھی بابا جان کس نے آپ کو آپ کے خون سے خضاب لگایا بابا کس نے آپ کی گردن کی رگیں کاٹ دیں بابا کس نے مجھے صغر سنی میں یتیم کیا اے بابا تیرے بعد کون باقی ہے کہ جس سے ہم امید رکھیں اے بابا اس یتیم کا بڑے ہونے تک کون کفیل ہے اور اس بچی کے اس قسم کے کلمات ذکر کیے ہیں یہاں تک کہ کہا اس کے بعد اس بچی نے اپنا منہ آنجناب کے دھن مبارک پر رکھ دیا اور شدت سے روتی رہی یہاں تک کہ اسے غشی طاری ہوئی جب اسے حرکت دی ہلایا تو اچانک اس کی روح دنیا سے رخصت ہو چکی تھی جب اہل بیت نے دیکھا جو کچھ اس بچی پر گزرا تھا تو بلند آواز سے رونے لگے تو انہوں نے اور جو اہل دمشق میں سے موجود تھے عزاداری

۞ 19 ۞ آقائے سید محمد تقی بحر العلوم متوفی 1326 ہجری چھوٹی بچی کی شہادت کا ذکر کرتے ہیں اور انکا نام "رقیہ" لکھتے ہیں۔

حوالہ: [مقتل الحسین ص 311، 312]

مقتل الإمام الحسين عليه السلام

آية الله العظمى
السيد محمد تقي بحر العلوم قدس سره

تحقيق
آية الله العظمى
السيد الحسين بحر العلوم قدس سره

دار المرتضى
بيروت

آل رسول الله في خربة الشام

قالوا: ثم إنَّ يزيدَ بن معاوية أمر فأنزَلوا آل رسول الله وحرائرَ النبوّة والرسالة وبناتِ علي والزهراء في سَكنٍ لا يقي من حرّ ولا بَرد، وليس فيه سقفٌ يُظلّهم عن حَرارة الشّمس، فكانت الشمسُ تَصهرُهم، في حَرّ الظهيرة، حتى تقشّرتْ وجوهُهم وجلودُهم من حَرارة الشّمس(١).

ونُقلَ عن (بعض التواريخ): أن عائلةَ الحسين عليه السلام وأرامل آل محمّد بعد قَتل رجالهنّ يومَ الطف، وسبيهنّ من بَلدٍ إلى بلد كانوا يُحفُون على صِغار الأطفال واليتامى قتل أوليائهم وآبائهم، فان بكى يتيمٌ أو يتيمة أباه أو أخاه ناغَوهُ باللطف، وأخبروُه بأنه في سفرٍ، وسوف يعُود من سفَره، فكانوا بهذا ونحوه يُشغِلُون اليتامى والأطفال عن الشعُور بألم اليُتم ومَرارة المصاب.

رقية بنت الحسين في الخربة

حتى إذا جيء بهم إلى الشّام، وأنزلوهم في خَربةٍ إلى جنب قصر يزيد - لعنه الله - قالوا: وكانت للحسين عليه السلام طفلة صغيرة لها من العمر أربعُ سنين، وكانت مع الأسرى في خربة الشام، وكانت تبكي لفراق أبيها ليلاً ونهاراً، وهم يقولون لها: هو في السفر، فبينما هي نائمة ذاتَ ليلة في الخربة، إذ انتَبهتْ مذعورةً باكيةً، تقول: أين أبي؟ الآن قد رأيته، إيتوني بأبي، أريد أبي؟. وكلما أرادوا إسكاتَها ازدادت جزعاً وبكاءاً.

= هكذا في عامة كتب التاريخ والمقاتل من الفريقين، ولكن الطبري وابن الاثير في (تاريخهما بحوادث سنة ٦١هـ) وكذلك الصدوق في (أماليه) يذكرون: أن القصة كانت مع فاطمة بنت علي بن أبي طالب عليه السلام. ولعلّه اشتباه يستبين لكل من واكب عرض القصة من أولها.

(١) روضة الواعظين للفتال: ص١٩٢ طبع النجف.

فعند ذلك تعالى الصُّراخ من العيال والأطفال، حتى وصلت الصيحة إلى يزيد فانتبَه من نَومه، فسأل عن الحَدث، فأخبرُوه: أنّ طفلةً للحسين رأت أباها في المنام، فانتبهتْ تطلبه وتبكي عليه.

فأمرَ - لعنه الله - فجاؤا برأس الحسين عليه السلام في طشتٍ - أو طَبق - ووضعوه بين يديها وهو مُغطىً بمنديل، وقالوا لها: هذا رأس أبيك.

فلما نظرتْ إليه اضطربتْ وصرَختْ وأهوتْ على الرأس وضمّته إلى صدرها وهي تنادي: أبه يا أبَه مَن الذي خَضّبك بدمائك؟ أبَه يا أبَه، مَن الذي قطعَ وريدَك؟ أبَه يا أبَه، مَن الذي أيتمني على صِغر سني؟ أبَه يا أبَه، مَن لليتيمة حتى تكبر؟.. ولم تَزلْ تُعول وتنوح وتبكي على أبيها وتندبه، حتى فارقت روحُها الدنيا - وهي واضعة فمها على فَم أبيها الحسين -.

فتجدد المصابُ على حرائر الرسالة وازداد البكاء والنحيب لحال هذه الطفلة اليتيمة، ولم يُرَ في ذلك اليوم أكثرُ باك ولا باكية منهم. فأمر يزيدُ يغسُلها وكفَنها ودفنها في الخربة[1].

وذكر بعضُ الأكابر: أن أمّ كلثوم كان جزعُها وبكاؤها ونحيبُها على تلك الطفلة أشدّ وأبلغَ من باقي العيال، فما كانت تهدأ وتسكن طيلة تلك المدّة التي قضَوها في الشام.

فقالت لها العقيلةُ زينبُ الكبرى: يا أخيّه، ما هذا الجزع والبكاء والهَلع؟ كلّنا أصبْنا بفقد هذه الطفلة، ولم يَخصّك المصاب وَحدَكِ.

فقالت لها: يا أختاه، لا تَلوميني، كنتُ واقفةً عشيةَ أمس بعدَ العصر - وإلى جَنبي هذه الطفلة - بباب الخَربة في وقت انصراف أطفال أهل الشام من مَدارسهم إلى بيوتهم وأهاليهم، فكان بعضُهم يقف بباب الخربة للتفرّج علينا ثم يذهب.

فقالت لي هذه الطفلة: عمّة، إلى أين يذهب هؤلاء الأطفال؟.

قلت لها: إلى منازلهم وأهاليهم.

فقالت لي: عمّة، ونحن ليس لنا منزلٌ ولا مأوىً غير هذه الخربة؟.

---

(١) الايقاد للسيد العظيمي: الفصل الثامن عشر - نقلاً عن العوالم وغيره.

۞20۞ شیخ علی بن الحسین ہاشمی النجفی امام حسین ع کی بیٹی کی شہادت کا ذکر کرتے ہیں اور انکا نام "رقیہ" لکھتے ہیں

حوالہ: [ثمرات الاعواد ص جلد 2 ص 49]



ثمرات الأعواد

يحتوي على عدة مجالس مرتبة من أحسن المصادر وكتب التاريخ
والمقاتل ما يحتاجه الذاكر من ليلة الحادية عشر
من المحرم حتى نهاية شهر صفر

لمؤلفه
علي بن الحسين الهاشمي النجفي الخطيب

ولقد بكيت على الحسين بناظر ادمت مآقي جفنه عبراته
حتى سقيت بأدمعي شجر الأسى فنما وطال وهذه ثمراته

الجزء الثاني

أين أبي الحسين؟ فإنّي رأيته في المنام، فلمّ سمعن النسوة ذلك جعلن يبكين وبكى معهنّ سائر الأطفال، وارتفع العويل والصراخ، فانتبه يزيد من نومه، وقال: ما الخبر؟ فحقّقوا عن هذا الصراخ وأخبروه أنّ بنتاً للحسين رأت أباها في منامها فانتبهت وهي تطلبه، فأمرهم أن يذهبوا برأس أبيها إليها، فلمّا أتوا بالرأس الشريف وجعلوه في حجرها قالت: ما هذا؟ فقيل لها: رأس أبيك الحسين، ففزعت الطفلة وصاحت: وا أبتاه من ذا خضّبك بدمائك، يا أبتاه من الذي قطع وريديك، يا أبتاه من الذي أيتمني على صغر سنّي، يا أبتاه من لليتيمة حتى تكبر، يا أبتاه من للنساء الحاسرات والأرامل المسبيّات، يا أبتاه ليتني لك الفداء، يا أبتاه ليتني قبل هذا اليوم عميا.

قال الراوي: ثم وضعت فمها على فم أبيها وجعلت تئنّ حتى غشي عليها وسكن أنينها، فحرّكوها وإذا بها ميتة، فارتفعت الأصوات وعلا الصراخ من السبايا حتى الصباح، وأُخبر يزيد بوفاة الطفلة، فأمر بغسلها وكفنها ودفنها[1].

قال الراوي: ومكثوا في تلك الخربة أياماً، وربّما كان السجاد يخرج خارج الخربة، حتى قال المنهال بن عمر، كنت أتمشي في أسواق دمشق، وإذا أنا بعليّ بن الحسين عليه السلام يمشي ويتوكّأ على عصى في يده ورجلاه كأنّهما قصبتان، والصفرة قد غلبت عليه، قال: فخنقتني العبرة لمّا رأيته بتلك الحال، فقلت له: سيّدي كيف أصبحت يابن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم؟ قال: «يا منهال وكيف يصبح من كان أسيراً ليزيد بن معاوية، يا منهال أصبحت العرب تفتخر على العجم بأنّ محمّداً

(١) إنّ لهذه الطفلة وهي رقية بنت الحسين عليه السلام مشهد معروف بدمشق الشام وضريح مشهد يزار، ويتبرّك به المسلمون، في عاصمة الأُمويّين، وكلّ من يزورها تهيمن عليه الأحزان وتأخذ الكئابة منه مأخذها فيخشع قلبه وتجري دموعه على ضريحها المنوّر.

21 حاج محمد ھاشم خراسانی معصومہ کی شہادت اور نام "رقیہ" لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شام میں مزار بھی انہی رقیہ کی طرف منسوب ہے۔

حوالہ: [منتخب التواریخ ص299]

منتخب التواریخ

در وقایع مهمه متعلقه بحضرت خاتم النبیین و سیدة نساء العالمین
و الائمة الاثنی عشر صلوات الله علیهم اجمعین

متضمن فوائد کثیره ومواعظ بلیغه وحکایات لطیفه که مأخوذ است
از اصول معتمده و تواریخ معتبره

من تالیفات العالم العامل والثقة الجلیل الکامل
رکن الاسلام و المسلمین مرحوم

حاج محمد هاشم بن محمد علی خراسانی

با اضافات وحواشی بقلم جناب آقای مروج الاسلام از افاضل تلامذه مؤلف
وترجمه حال او وتصحیح کامل ومقدمه بقلم حضرت دانشمند معظم
آقای حاج میرزا ابوالحسن شعرانی
که ازهرحیث برچاپهای سابق ترجیح دارد

بسرمایه آقای حاج سید اسمعیل کتابچی و اخوان فرزندان مرحوم
حاج سید احمد کتابچی مؤسس :

کتابفروشی اسلامیه

تهران - خیابان ۱۵ خرداد شرقی تلفن: ۵۶۲۱۹۶۶

(چاپ اسلامیه)

کرد بر آنها وازیکیك سؤال نمود در حالتیکه آنها بسته شده بودند بریسمان بلندی پس گفته شد این ام کلثوم کبری است و این ام کلثوم صغری است واین صفیه است واین امهانی است واین رقیه دختران امیرالمؤمنین (ع) هستند

ودر امالی شیخ صدوق از فاطمهٔ دختر امیرالمؤمنین (ع) نقل کرده ثم ان یزید علیه لعائن الله امر بنساء الحسین (ع) فجلس مع علی بن الحسین (ع) فی مجلس لایکنهم من حر ولا برد حتی تقشرت وجوههم

السابعه جناب فاطمه بنت الحسین (ع) وبایشان مصائب زیادی وارد شد

منجمله ـ در ارشاد است قالت فاطمة بنت الحسین ولما جلسنا بین یدی یزید رق لنا فقام الیه رجل من اهل الشام احمر فقال یا امیرالمؤمنین هب لی هذه الجاریة یعیننی و کنت جاریة وضیئة فارعدت وظننت ان ذلك جائز لهم فاخذت بثیاب عمتی الخ

و شیخ صدوق درامالی و طبری در تاریخ خود این قضیه را روایت کرده الا اینکه بجای فاطمه بنت الحسین (ع) فاطمه بنت امیرالمؤمنین (ع) فرموده

الثامنه ـ جناب سکینه بنت الحسین (ع) ومصائب اینمخدره زیاداست

در فصول المهمه است لما ادخل نساء الحسین والرأس بین یدی یزید لعنة الله علیه فجعلت فاطمه و سکینه تتطاولان لتنظرا الی الرأس وجعل یزید یستره عنهما فلما رأینه صحن واعلن بالبکاء فبکت لبکائهن نساء یزید وبنات معاویه فولولن واعلن اصواتهن الی آخره

التاسعه ـ آن دختری که در خرابهٔ شام از دنیا رحلت فرموده و شاید اسم شریفش رقیه بوده و از صبایای خود حضرت سیدالشهداء (ع) بوده چون مزاری که در خرابه شام است منسوب باینمخدره ومعروف است بمزار ستررقیه

ودر کامل بهائی روایت کرده که زنان اهلبیت درحال اسیری مخفی میداشتند براطفال شهادت پدرشان را ومیگفتند پدران شما بفلان سفر رفته وبازمیآیند

وقتیکه ایشانرا داخل خانه یزید نمودند یکدختر چهارساله ازسیدالشهداء (ع) شبی ازخواب برخاست وگفت پدرم حسین (ع) چه شد؟ وبکجا رفت؟ الساعه اورا درخواب دیدم

جمله زنان و کودکان سخت بگریه درآمدند وفغان وشورشی ازایشان برخاست یزید کافر خوابیده بود ازخواب بیدار شد گفت چه خبراست ؟ پس واقعه را تحقیق نمودند وقضیه را بیزید گفتند آن ملعون امر کرد سر نازنین پدر او سیدالشهداء را ببرند جهت آن طفل پس سر نازنین را در میان طبقی نزد آن طفل گذاردند

برسید این چه چیزاست ؟ باو گفتند سر پدر بزرگوارت میباشد آن طفل بترسید و صیحهٔ بلندی زد ورنجور شد و در آنروز جان بجان آفرین تسلیم نمود. و در بعضی از تألیفات اصحاب روایت شده بطریق مبسوطی و در آخر آن روایت مینویسد که: آن مظلومه سر نازنین پدر را شناخت لبها را برلب مبارك پدر گذاشت وگریهٔ زیادی کرد تا غش نمود چون حرکتش دادند دیدند آن طفل از دنیارفته

العاشره ـ جناب رباب بنت امرءالقیس زوجهٔ مکرمه حضرت سیدالشهداء (ع) والدهٔ مکرمهٔ حضرت سکینه خاتون وحضرت عبدالله رضیع

در نفس المهموم ازاخبار الدول محمد بن جریر الطبری الامامی نقل کرده که جناب رباب با حضرت سیدالشهداء بود در سفر کربلا وجزو اسراء اهلبیت بود در سفر شام بعد که مراجعت کردند

۞22۞ آیت اللہ سید محمد علی عبدالعظیمی متوفی 1334 ہجری معصومہ کی شہادت لکھتے ہیں اور نام "رقیہ" لکھتے ہیں۔

حوالہ: [الایقاد ص239،240]

الايقاد

في وفيات النبي والزهراء و الأئمة اجمعين
(عليهم السلام)
وتفصيل وقعة الطف تماماً
تأليف
سماحة اية الله العظمى
السيد محمد علي الشاه عبد العظيمي
(قدس سره) المتوفى ١٣٣٤هـ

تحقيق وتعليق

السيد عبد الله مرتضى الشاه عبد العظيمي

الفصل الثامن عشر
دخول السبايا مجلس يزيد

حكى في البحار: عن الأمالي للصدوق، عن فاطمة بنت علي صلوات الله عليهما قالت: ثم إن يزيد لعنه الله أمر بنساء الحسين (عليه السلام) فحبس مع علي بن الحسين عليهما السلام في محبس لا يكنهم من حر ولا قر، حتى تقشرت وجوههم ولم يرفع ببيت المقدس حجر على وجه الأرض إلا وجد تحته دم عبيط، وأبصر الناس الشمس على الحيطان حمراء كأنها الملاحف المعصفرة إلى أن خرج علي بن الحسين بالنسوة ورد رأس الحسين عليه السلام إلى كربلاء [١].

عن العوالم وغيره ما ملخصه أنه كان للحسين عليه السلام بنت صغيرة يحبّها وتحبّه ، وقيل: كانت تُسمّى رقيّة ، وكان عمرها ثلاث سنين ، وكانت مع الأسرى في الشام، وكانت تبكي لفراق أبيها ليلاً و نهاراً وكانوا يقولون لها هو في السفر، فرأته ليلة في النوم: فلما أنتبهت جزعت جزعاً شديداً ، وقالت : أتوني بوالدي و قرأت عيني ، وكلما أراد أهل البيت اسكاتها ازدادت حزناً وبكاءاً، و لبكائها هاجَ حزن أهل البيت، فأخذوا بالبكاء و لطموا الخدود و حثوا على رؤوسهم التراب ونشروا الشعور وقام الصياح، فسمع يزيد فقال: ارفعوا اليها رأس أبيها وحطوه بين يديها تتسلّى، فأتوا بالرأس في طبق مغطى بمنديل ووضعوه بين يديها فقالت: يا هذا أني طلبت أبي و لم أطلب الطعام ، فقالوا: أن هنا أبوك، فرفعت المنديل ورأت رأساً ، فقالت : ما هذا الرأس؟ قالوا لها : رأس أبيكِ، فرفعت الرأس وضعته الى صدرها، وهي تقول: يا أبتاه ، من ذا الذي خضبك بدمائك؟ يا أبتاه ، من ذا الذي قطع وريدك؟ يا أبتاه ، من ذا الذي أيتمني على صغر سنّي؟ يا أبتاه ، من بقي بعدك نرجوه؟

---

[١] أمالي الشيخ الصدوق(رض): المجلس ٣١ح٤ص٢٣١-٢٣٢، عنه البحار: ج٤٥ص١٤٠.

يا أبتاه ، من لليتيمة حتّى تكبر؟ يا أبتاه ، من للنساء الحاسرات؟ يا أبتاه ، من للأرامل المسبيات؟ يا أبتاه ، من للعيون الباكيات؟ يا أبتاه ، من للضائعات الغريبات؟ يا أبتاه ، من للشعور المنشّرات؟ يا أبتاه، من بعدك وا خيبتنا؟ يا أبتاه، من بعدك وا غربتنا؟ يا أبتاه، ليتني كنت الفدى، يا أبتاه، ليتني كنت قبل هذا اليوم عمياء ، يا أبتاه ، ليتني وسِّدت الثرى ولا أرى شيبك مخضّبا بالدماء .

ثمّ إنّها وضعت فمها على فم الشهيد المظلوم وبكت حتّى غشي عليها، فلمّا حرّكوها فإذا هي قد فارقت روحها الدنيا، فأرتفعت أصوات أهل البيت بالبكاء، وتجدد الحزن و العزاء ،ومن سمع من أهل الشام بكاءَهم فلم يرى في ذلك اليوم إلا باك وباكية، فأمر يزيد بغسلها وكفنها ودفنها [1].

وعن أبي مخنف، وغيره: أنّ يزيد أمر أن يُصلب الرأس الشريف على باب داره وأمر بأهل بيت الحسين عليه السلام أن يدخلوا داره، فلما دخلت النسوة دار يزيد لم يبق من

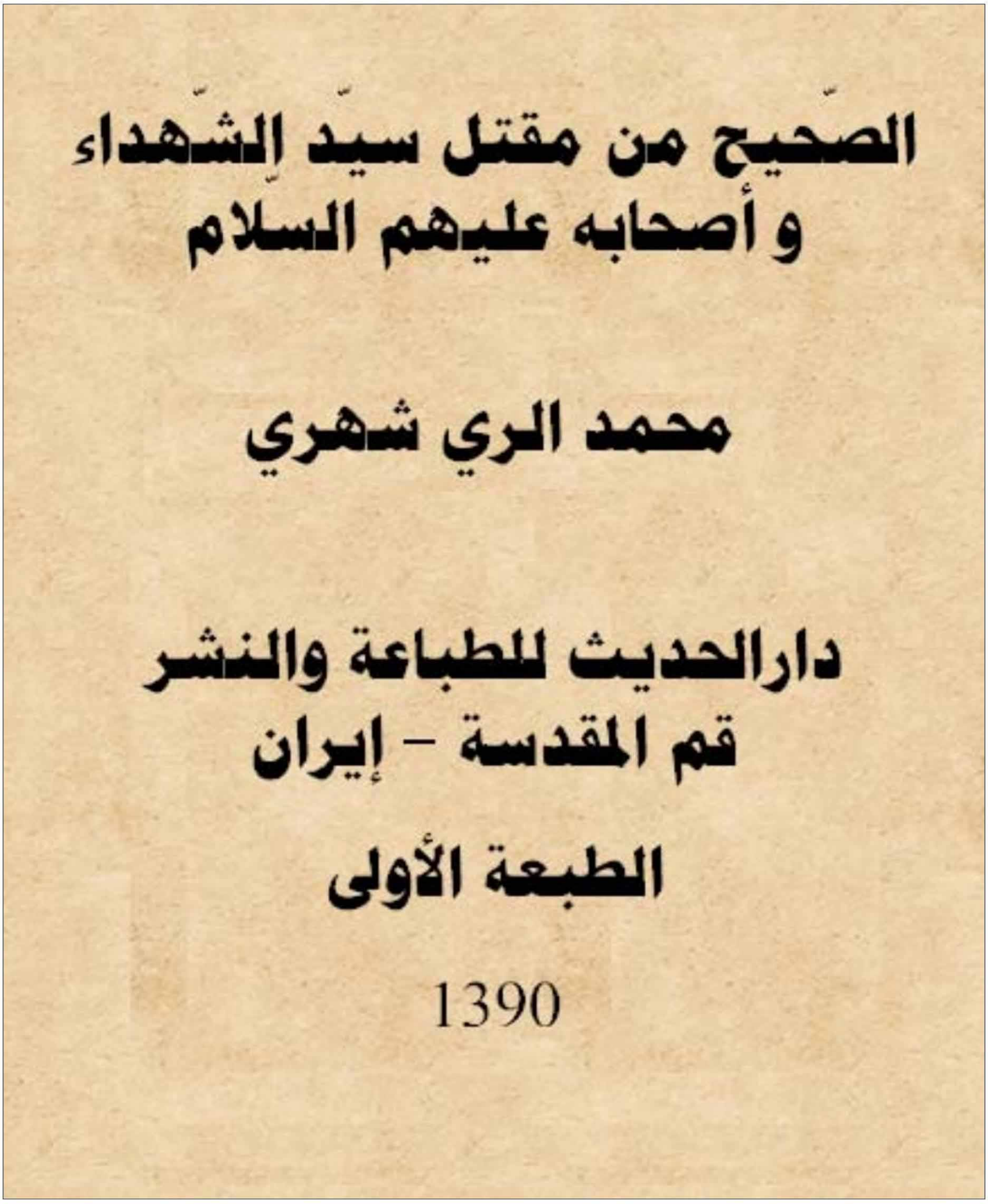
---

[1] لا وجود لهكذا نص في كتاب (عوالم العلوم) للشيخ عبدالله البحراني ، بل في المنتخب صفحة ١٢٩، وفيه:

" روي أنّه لمّا قدم آل الله وآل رسوله على يزيد في الشام أفرد لهم دارا ، وكانوا مشغولين بإقامة العزاء ، وإنّه كان لمولانا الحسين عليه السلام بنتا عمرها ثلاث سنوات... فجاؤوا بالرأس الشريف إليها مغطّى بمنديل ديبقي ، فوضع بين يديها وكُشف الغطاء عنه، فقالت: ما هذا الرأس؟ قالوا لها : رأس أبيكِ، فرفعته من الطشت حاضنة له وهي تقول: يا أباه ، من ذا الذي خضبك بدمائك؟ يا أبتاه ، من ذا الذي قطع وريدك؟ يا أبتاه ، من ذا الذي أيتمني على صغر سنّي؟ يا أبتاه ، من بقي بعدك نرجوه؟ يا أبتاه ، من لليتيمة حتّى تكبر؟ يا أبتاه ، من للنساء الحاسرات؟ يا أبتاه ، من للأرامل المسبيات؟ يا أبتاه ، من للعيون الباكيات؟ يا أبتاه ، من للضائعات الغريبات؟ يا أبتاه ، من للشعور المنشّرات؟ يا أبتاه، من بعدك وا خيبتنا؟ يا أبتاه، من بعدك وا غربتنا؟ يا أبتاه، ليتني كنت الفدى، يا أبتاه، ليتني كنت قبل هذا اليوم عمياء ، يا أبتاه ، ليتني وسِّدت الثرى ولا أرى شيبك مخضّبا بالدماء ، ثمّ إنّها وضعت فمها على فمه الشريف وبكت بكاءً شديدا حتّى غشي عليها، فلمّا حرّكوها فإذا بها قد فارقت روحها الدنيا " .

۞23۞ شیخ جواد الیزدی جو کہ چودھویں صدی کے عالم ہیں انہوں نے معصومہ کی شہادت کو لکھا ہے اور ساتھ میں لکھتے ہیں کہ اس معصومہ کے نام میں اختلاف ہے کچھ زبیدہ لکھتے ہیں، کچھ رقیہ، کچھ زینب، کچھ سکینہ جبکہ یہ تمام نام اسی معصومہ کے ہیں جن کو رقیہ بھی کہا جاتا ہے اور انہوں نے شام میں وفات پائی۔

حوالہ: [شعشۃ الحسینی جلد 2 ص 171 بحوالہ الصحیح من مقتل سید الشہداء ص 180]



الصّحيح من مقتل سيّد الشّهداء
و أصحابه عليهم السلام

محمد الري شهري

دارالحديث للطباعة والنشر
قم المقدسة - إيران

الطبعة الأولى

1390

2 / 5 . رواية «شعشعة الحسيني»

في أوائل القرن الرابع عشر ذكر الشيخ محمّد جواد اليزدي في كتاب شعشعة الحسيني : [3]

1.بدأ تأليف هذا الكتاب عام 1280 ه .

2.أنوار المجالس «بالفارسيّة» : ص 161 .

3.بدأ تأليف هذا الكتاب عام 1319 ه .

صفحه 180

نُقل أنّ طفلة للإمام الحسين عليه السلام رحلت عن هذه الدنيا في خربة الشام بسبب رؤية رأس أبيها ، ولكنّ هناك اختلافاً بشأن اسمها : هل هي زبيدة ، أم رقيّة ، أم زينب ، أم سكينة؟[1]كما ذَكَر في الصفحات التالية نقلاً عن كتاب رياض الأحزان أنّ اسم هذه المخدّرة كان فاطمة .[2] وقد طُرحت في هذه الرواية عدّة أسماء لهذه الطفلة المتوفّاة في الشام، منها رقيّة .

۲۴ آیت اللہ محمد جواد فاضل لنکرانی نے اس معصومہ کا نام رقیہ لکھا ہے اور ان کی شہادت کے اثبات پہ ایک تحقیقی مقالہ بھی لکھا ہے اور بطور دلیل جناب آیت اللہ جواد تبریزی صاحب کا اس معصومہ کی ضریح مبارک پہ آنا بھی لکھا ہے۔

اس لنک پہ دیکھ سکتے ہیں:

https://fazellankarani.com/urdu/news/6148/

۲۵ علاوہ ازیں علماء نے جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کی شہادت کے اثبات پہ پوری پوری کُتب لکھی ہیں جن میں:

۱ شیخ عبدالحسین بندانی نیشاپوری کی کتاب ریحانہ کربلا۔

۲ شیخ علی ربانی خلخانی کی کتاب رقیہ بنت الحسین ع۔

۳ آغا سید مہدی لکھنوی اور علامہ فروغ کاظمی لکھنوی کی کتاب سکینہ۔

باقی اس موضوع پہ مزید بہت سے حوالہ جات موجود ہیں لیکن ہم نے انہی 25 پہ اکتفاء کیا ہے مومنین کتاب "ریحانہ کربلا" کا مطالعہ ضرور کریں کیونکہ کافی سارے ایسے معجزات و واقعات اس ضریح مبارک سے منسوب مؤلف نے لکھے ہیں جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا اسی روضہ میں شام میں مدفون ہیں۔

رہی بات اس قول کی کہ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کربلا کے بعد تک زندہ تھیں اس پہ سید العلماء مجتہد جناب سید علی نقوی نقن صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"سکینہ بنت الحسین ع۔۔ واقعہ کربلا کے بعد آپکی زندگی کے جو حالات ملتے ہیں وہ معتبر و مستند طریقہ سے ثابت نہیں ہیں"

حوالہ: [شہید انسانیت ص 572]

سلسلہ اشاعت سید العلماء اکادمی ۔ ۲

شہید انسانیت

مصنفہ:

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا
السید علی نقی النقوی مجتہد
طاب ثراہ

(۸) سکینہ بنت الحسین

آپ رباب مادر علی اصغرؑ کے بطن سے تھیں۔ واقعہ کربلا میں آپ بہت کم سن تھیں۔ واقعہ کربلا کے بعد آپ کی زندگی کے جو حالات ملتے ہیں وہ معتبر و مستند طریقہ سے ثابت نہیں ہیں۔

*

جب کہ خواتین اہل بیت رسالتؐ کا تذکرہ ہو رہا ہے تو بعض ایسی خواتین کا بھی یہاں ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو میدان کربلا میں خود تو موجود نہ تھیں مگر کربلا کے واقعات سے اہم تعلق رکھتی تھیں۔

*

(۱) ام المومنین ام سلمہؓ زوجہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰؐ

آپ ازواج رسالتمآبؐ میں انتہائی نیک نہاد اور مقدس و محترم بی بی تھیں۔ آنحضرتؐ نے ہجرت کے دوسرے سال جنگ بدر کے بعد آپ سے عقد کیا تھا۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد بھی ام سلمہؓ کو حضرتؐ کے اہلبیت یعنی علی بن ابی طالبؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ خاص الفت و محبت رہی۔ چنانچہ جنگ جمل کے موقع پر جب ام المومنین عائشہ نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کے خلاف صف آرائی کی تھی اور اس کی خبر مدینہ پہونچی تھی تو ام المومنین ام سلمہؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؑ سے کہا کہ اگر میرے لئے گھر سے نکلنا شرعاً ممنوع نہ ہوتا اور مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ آپ اسے کبھی گوارا نہ کریں گے تو میں خود آپ کے ساتھ جنگ میں چلتی مگر

لہٰذا محمد حسین ڈھکو صاحب مشہور قول کو اپنائیں جیسا کہ ہم نے کافی حوالہ جات معتبر کُتب کے پیش کئے یا شاذ قول کو اپنائیں لیکن انکو یہ حق حاصل نہیں کہ اس واقعہ کو سرے سے ہی اڑا دیں یا اسکو جھوٹ پہ مبنی کہیں کیونکہ جو اصول انہوں نے خود پیش کیا اس پہ انکو قائم رہنا چاہیئے تھا کیونکہ یہ واقعہ معتبر کُتب میں موجود ہے۔

ہدایات ناصریہ کے حوالہ پہ تبصرہ:

اب ہم آخر میں ہم اس حوالے پر تبصرہ کرتے ہیں جسکو محمد حسین ڈھکو صاحب نے پیش کیا کہ جناب ناصر الملت علامہ ناصر حسین لکھنوی رح نے ہدایات ناصریہ ص 5 پہ اس واقعہ کا انکار کیا ہے۔

اولا ہم کہتے ہیں کہ مورخہ 20 اکتوبر 2021 کو جناب مولانا ولی الرحمان صاحب جو کہ ہمارے اچھے دوست ہیں نے علامہ ناصر مرتضٰی عبقاتی صاحب سے رابطہ کیا جو کہ جناب ناصر الملت کے پڑپوتے ہیں اور ان سے رسالہ مذکورہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ایسا کوئی رسالہ ناصر الملت کا موجود نہیں اور انہوں نے اپنے والد جناب روح الملت علامہ علی ناصر سعید عبقاتی المعروف علامہ روحی صاحب کا بھی حوالہ دیا جو کہ ناصر الملت کے پوتے ہیں کہ انہوں نے بھی مذکورہ رسالہ کی نسبت کی نفی فرمائی ہے۔

لہٰذا عبقاتی خاندان مذکورہ رسالہ کی نسبت کو جناب ناصر الملت رح کی طرف صحیح نہیں سمجھتا۔

دوسری بات بالفرض اس رسالہ "ہدایات ناصریہ" کی نسبت ناصر الملت کی طرف تسلیم کر بھی لی جائے تو بھی ناصر الملت صاحب رح کی تحقیق شاذ اور ضعیف روایات پہ مبنی ہے جیسا کہ ہم پہلے بے شمار حوالہ جات سے مشہور قول ثابت کر چکے کہ جناب سکینہ بنت الحسین سلام اللہ علیہا کی شہادت زندان میں ہی ہوئی۔

آخری بات کہ مقتل کی کتاب "نزہۃ المصائب" جلد 2 ص 386-388 چھاپ 1328 ہجری میں علامہ میرزا قاسم کربلائی مشہدی رح نے امام حسین ع کی معصومہ بیٹی کی شہادت کا ذکر کیا ہے اور مذکورہ کتاب کی تصحیح خود جناب ناصر الملت رح نے ان الفاظ میں کی ہے:

"۔۔۔ میرزا قاسم علی صاحب نے خصھم اللہ بالمواہب نے کس انتخاب نہایت سعی بلیغ سے جمع فرمایا ہے انکو میں نے وقتا فوقتا زبان مولف سے سنا ہے میرے نزدیک یہ اخبار و روایات قابل اسکے ہیں کہ مومنین بالیقین انکو اپنے مجالس میں ذکر کریں اور انکی قرائت و سماع سے ماجور و شاب ہوں"

حوالہ: [نزہۃ المصائب جلد 2 آخری صفحہ]


من بکی علی الحسین او ابکی او تباکی فلہ الجنۃ
بفضل ایزد واہب وبرکات حضرات ائمۂ اطائب یہ کتاب لاجواب جو حصہ
پنجم وششم وہفتم وہشتم پر بجملہ آٹھ حصوں کے مشتمل ہے موسوم بہ
مؤلفہ جناب حاجی آخوند مرزا قاسم علی صاحب کربلائی الشہدی زاد مجدہم

تقریظ حضرت علمائے کرام

نزہۃ المصائب

...عبارۃ تصدیق و توثیق دستخطی خاص فیض اختصاص
سرکار شریعت مدار صدر المحققین عمدۃ المتفقہین
آیۃ اللہ فی العالمین وحجتہ علی الجاحدین نجم الملۃ والدین
مجتہد العصر والزمان ابوالفضل سیدنا و مولانا جناب
مولوی سید ناصر حسین صاحب قبلہ دامت
برکاتہم العالی علی رؤس المومنین والموالی

...ار شریفہ و روایات منیفہ جو مجالس جلد دوم نزہۃ المصائب میں درج ہیں جن میں
...چار حصے ہیں اور جنکو مستجمع الاطائب محمود الضرائب باذخ المراتب
...خ المناقب جناب حاجی آخوند مرزا قاسم علی صاحب خصّہم اللہ بالمواہب نے
...حسن انتخاب نہایت سعی بلیغ سے جمع فرمایا ہے انکو میں نے وقتاً فوقتاً زبان
...موثوق سے سُنا ہے میرے نزدیک یہ اخبار و روایات قابل اسکے ہیں
...ین بالیقین انکو اپنے مجالس میں ذکر کریں اور انکی قرائت و استماع سے
ماجور و مثاب ہوں واللہ الموفق

لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین
عبدہ ناصر حسین بن العلامۃ السید
حامد حسین الموسوی النیسابوری

صَیحَتَھُمْ وَبُکَائَھُمْ فَقَالَ مَا الْخَبَرُ قَالُوْا اِنَّ بِنْتَ الْحُسَیْنِؑ
الصَّغِیْرَۃَ رَأَتْ اَبَاھَا بِنَوْمِھَا فَانْتَبَھَتْ وَھِیَ تَطْلُبُہٗ وَتَبْکِیْ
وَتَصِیْحُ پس یزید نے یہ آواز فریاد وبکا کی سنکر اپنے ملازمون سے پوچھا یہ
رونا پیٹنا کیسا ہی اُنھون نے کہا اس قیدخانہ[له] مین حسینؑ بن علیؑ کی دختر خردسال
نے اپنے باپ کو خواب مین دیکھا اور جیسے بیدار ہوئی ہی اپنے باپ کو طلب
کرتی ہے اور روکر فریاد کرتی ہے کیون مؤمنین مقام غور ہی جو یتیمہ ایسی مشتاق
دیدار پدر شفیق کی ہو اُسکی تشفی اسطرح سے تو شان نہ تھی جیسا کہ یزید لعین سے
ظالم وبیرحم نے کیا فَقَالَ الْمَلْعُوْنُ اِرْفَعُوْا اِلَیْھَا رَاْسَ اَبِیْھَا لِتَنْظُرَ
اِلَیْہِ وَتَتَسَلّٰی بِہٖ آہ اُس ملعون نے کہا کہ سر اُسکے باپ کا اُسکے پاس
لیجاؤ تاکہ اُسے دیکھکر تسکین پاوے افسوس یہ حیلہ کیا اُس مکّار نے
اُس یتیمہ کی ہلاکت کا کیونکہ اُسکے رونے سے اُسکو نیند نہ آتی تھی یہ تاثیر
تھی اُس آواز دردناک کی فَجَاؤُا بِالرَّاْسِ الشَّرِیْفِ اِلَیْھَا مُغَطًّی بِمِنْدِیْلٍ
دَبِیْقِیٍّ فَوَضَعَ بَیْنَ یَدَیْھَا وَکَشَفَ الْغِطَاءَ عَنْہُ پس وہ بیرحم
سرانور کو ایک رومال دیبا سے ڈھانپکر اُس بچی کے پاس لائے اور سامنے
اُسکے رکھا اور کھولا فَقَالَتْ مَا ھٰذَا الرَّاْسُ قَالُوْا رَاْسُ اَبِیْکِ
فَرَفَعَتْہُ مِنَ الطَّسْتِ حَاضِنَۃً لَہٗ وَھِیَ تَقُوْلُ یہ دیکھکر اُس ستم دیدہ
نے پوچھا یہ سر پرنور کیسا ہی اُن لوگون نے جواب دیا یہ سر تمھارے باپ کا ہی
پس اُس یتیمہ نے سرانور کو طشت سے گود مین اُٹھالیا اور سینہ سے
لگا کر بین جگرخراش کرنے لگین یَا اَبَاہُ مَنْ ذَا الَّذِیْ خَضَبَکَ

[له] خرابۂ قید خانہ قریب مکان قیام یزید بود تاکہ کسے از اہل شام نزد ایشان نیاید و بر حال ایشان مطلع نشود ۱۲ ق

بِدِ مَائِكَ يَا اَبَتَاهُ مَنْ لِلْيَتِيْمَةِ حَتّٰى تَكْبُرَ يَا اَبَتَاهُ مَنْ لِلنِّسَاءِ الْحَاسِرَاتِ يَا اَبَتَاهُ مَنْ لِلْاَرَامِلِ الْمُسَبِّيَاتِ اے بابا کس بیرحم نے آپکو آپکے خون مین رنگین کیا اے بابا اب کون ہی مجھ یتیمہ کا پرورش کرنیوالا ای بابا اب کون ہی ان اہل حرم مصیبت زدون کا حمایت کرنے والا ای بابا اب کون حامی و مددگار رہا ان بیوُون کا جو اسیر و مقید کی گئی ہین يَا اَبَتَاهُ مَنْ لِلْعُيُوْنِ الْبَاكِيَاتِ يَا اَبَتَاهُ مَنْ لِلضَّائِعَاتِ الْغَرِيْبَاتِ يَا اَبَتَاهُ مَنْ لِلشُّعُوْرِ الْمُنْشَرَاتِ اے بابا اب کون ہی جو اہل حرم کو رونے سے باز رکھے اور اُنکو دلاسا دے ای بابا اب کون خبر گیری کرنیوالا ہی اہل حرم کا جو عالم مسافرت مین ضایع و برباد ہوے ہین اے بابا اب کون ہی جو ترحّم کرے ان بیکسون پر جنکے بال سر کے کُھلے ہوے ہین يَا اَبَتَاهُ مَنْ لَنَا بَعْدَكَ وَاضَيْعَتَاهُ يَا اَبَتَاهُ مَنْ لَنَا بَعْدَ غُرْبَتِنَا يَا اَبَتَاهُ لَيْتَنِيْ كُنْتُ لَكَ الْفِدَاءَ اے بابا اب کون ہی بعد آپکے ہاے بربادی ہماری بعد آپکے اے بابا افسوس ہے غربت اور بیکسی پر ہماری اے بابا کاش کہ مین آپ پر فدا ہو جاتی يَا اَبَتَاهُ لَيْتَنِيْ كُنْتُ قَبْلَ هٰذَا الْيَوْمِ عَمْيَاءَ يَا اَبَتَاهُ لَيْتَنِيْ وُسِّدْتُ الثَّرٰى وَلَمْ اَرَ شَيْبَكَ مُخَضَّبًا بِالدِّمَاءِ اے بابا کاش کہ مین قبل آجکے نابینا ہوتی اے بابا کاش کہ مین پیوند خاک ہوتی تا کہ آپکی ریش نورانی خون سے رنگین نہ دیکھتی ثُمَّ اَنَّهَا وَضَعَتْ فَمَهَا عَلٰى فَمِهِ الشَّرِيْفِ وَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا حَتّٰى غُشِيَ عَلَيْهَا فَلَمَّا حَرَّكُوْهَا اِذَا بِهَا قَدْ فَارَقَتْ

رُفِ حُھَا الدُّنیَا آہ لبعد اسکے اُس یتیمہ نے مُنھ اپنا دہن شریف پر حضرت کے رکھا اور بشدّت روئین یہانتک کہ روتے روتے غش آگیا جب دیر تک اُس یتیمہ سے آواز رونے کی نہ آئی تو اُسوقت اہل حرم نے شانہ پکڑ کے ہلایا آہ معلوم کیا کہ روح اُس شیفتۂ دیدار پدر کی دنیا سے مفارقت کر گئی ہی اور جنّت مین اپنے باپ سے ملحق ہوئی فَلَمَّا رَأیٰ اَھْلُ الْبَیْتِ مَاجَریٰ عَلَیْھَا اَعْلَنُوْا بِالْبُکَآءِ وَ اسْتَجَدُّ وَالْعَزَآء جب اہلبیت رسالت نے یہ حال دیکھا جو اُس یتیمہ پر گذرا تو باواز بلند رونا شروع کیا اور ماتم وعزا کو تازہ کیا آہ اُس عالم مسافرت اور اسیری مین اُن ستم رسیدون پر یہ مصیبت بہت سخت گذری اور اہل حرم بشدّت روئے اور اُس قید خانہ مین کہرام بپا تھا قَالَ وَ کُلُّ مَنْ حَضَرَ مِنْ اَھْلِ دِمَشْقَ فَلَمْ یُرَ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ اِلَّا بَاکٍ وَ بَاکِیَۃٌ راوی کہتا ہے اسیطرح سے جتنے لوگ گرد اُس قید خانہ کے ساکنانِ دمشق سے اُس روز وہان موجود تھے وہ بھی روتے تھے یہانتک کہ ہر مرد و زن کو اس مصیبت تازہ مین روتے پایا

آن قصّہ کہ کس نتواند شنیدنش	یارب بر اہل بیت چہ آمد ز دیدنش

الا لعنۃ اللّٰہ علی القوم الظّالمین

مجلس بستم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا حقسبحانہ تعالیٰ قرآن مجید مین اپنے خاص بندونکی

لہذا اس سے بالجزم یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جناب ناصر الملت رح کے نزدیک امام حسین علیہ السلام کی بیٹی کی زندان میں شہادت قابل اعتماد روایت تھی لہٰذا ناصر الملت کی طرف "ہدایات ناصریہ" کی نسبت ٹھیک نہیں اور اگر نسبت ٹھیک بھی ہو تو بھی جناب ناصر الملت کا اپنے سابقہ قول سے رجوع کرنا ثابت ہوتا ہے۔

نتیجہ :

جناب سکینہ ع بنت الحسین ع کی شہادت جو بیان کی جاتی ہے نہ ہی یہ جھوٹ ہے نا افتراء ہے اور نہ ہی کوئی ہوائی بات ہے بلکہ کُتبِ معتبرہ میں اسکا وجود اس واقعہ کی صحت کی دلیل ہے اور باقی جو اس روضہ مبارک میں معجزات و کرامات ہوئی ہیں انکا مطالعہ بھی کتاب "ریحانہ کربلا" میں کیا جاسکتا ہے جس سے کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا۔

ختم شد